منظر نامہ

2

آندھی

گلزار

قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)
ویسٹ بلاک۔ ۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

Aandhi

By : Gulzar

© مصنف

سنہ اشاعت : 2003

پہلا اڈیشن : 1100

قیمت : -/65

سلسلۂ مطبوعات : 1122

ترتیب : آر۔ ایل۔ مشرا

کمپیوٹر کمپوزنگ : فرحانہ پروین

ٹائپ سیٹنگ : ساجدہ بیگم

ISBN-81-7587-037-0

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

طابع : لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی -110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کررہی ہے۔ اس کی کارگزاریوں کا دائرہ کئی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جن میں اردو کی ان علمی و ادبی کتابوں کی اشاعت بھی شامل ہے جو اردو زبان و ادب کے ارتقا میں معاون ہوسکتی ہیں۔ قومی اردو کونسل نے اب فلمی اسکرپٹ کا انتخاب ''منظرنامہ'' کے عنوان سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اردو میں ایک نئی صنف ادب کا اوّلین تعارف ہوگا۔ زبان و ادب کا براہ راست روزگار سے متعلق ہونا ضروری نہیں لیکن جب کسی بھی زبان میں Excellence پیدا ہوجاتا ہے تو وہ خود بخود روزگار سے جڑ جاتی ہے۔ اردو زبان کو نئے ابھرتے ہوئے سائنسی اور تکنیکی منظرنامے سے کونسل نے اپنے کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی۔ٹی۔پی۔، کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن، ملٹی لنگول ٹائپ اینڈ شارٹ ہینڈ نیز فنکشنل عربک کے کورسوں کے ذریعے جوڑنے کی کوششیں کی ہیں جنھیں بہت حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ فلمی منظرناموں کو شائع کرنے کا ایک مقصد جہاں اردو زبان و ادب کی اس روایت کو جو مغل اعظم، انارکلی، پاکیزہ، رضیہ سلطانہ، بازار وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں کو محفوظ کرنا ہے وہیں دوسری جانب ان طلبا و طالبات کو اس تکنیک سے باخبر کرنا بھی مقصود ہے جو اسکرپٹ اور مکالمہ نگاری کے میدان میں اپنا مستقبل بنانے کے خواہش مند ہیں۔ اردو زبان و ادب میں منظرنامہ ایک نئی صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی تعریف یوں وضع کی گئی ہے کہ ''بصری

پیکروں کا سلسلہ جو کہانی کا روپ دھارن کرلے، وہی منظرنامہ ہے''۔ اس سمت میں سردست گلزار صاحب نے پہل کی ہے اور انھوں نے کونسل کو 'آندھی' اور 'خوشبو' کے منظرنامے اشاعت کے لیے فراہم کیے ہیں۔ اس کے لیے کونسل ان کی بے حد مشکور و ممنون ہے۔ مزید منظرناموں کی حصولیابی کے لیے کونسل سنٹرل بورڈ آف فلم سرٹیفکیشن سے رجوع کررہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انھیں شائع کیا جاسکے۔

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ کونسل کی اس نئی کاوش کے بارے میں ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس ضمن میں ایک مربوط اشاعتی پروگرام مرتب ہوسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

دیباچہ

بصری پیکر کو منظر کہتے ہیں اور مناظر میں کہی گئی کہانی کا نام منظر نامہ ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایک اسکرین پلے ہے، دوسرا سینیریو (Scenerio) دونوں تقریباً ایک سے ہیں لیکن اسکرین پلے میں 'ڈزولو' اور 'کٹ' اور دوسری تکنیکی ہدایات بھی لکھ دی جاتی ہیں، جو ڈائرکٹر کی مدد کرتی ہیں۔ اس میں 'سیٹ' یعنی 'محل وقوع' اور منظر کا وقت بھی درج کیا جاتا ہے۔ (یعنی منظرنامہ صبح، شام، رات یا دوپہر، کس وقت کا ہے)۔ یہ تفصیلات ڈائرکٹر کے لیے تبھی ضروری ہوتی ہیں، جب وہ اسکرین پلے کو فلماتا ہے۔ ورنہ یہ تکنیکی ہدایات پڑھنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اس لیے عام قاری کے پڑھنے کے لیے سینیریو ہی زیادہ موزوں ہے، تاکہ وہ اسے ایک ناول کی صورت بنا کسی رکاوٹ کے پڑھ سکے۔ اسی کا نام منظر نامہ ہے۔

ادب میں منظر نامہ ایک مکمل فارم بھی ہے۔ جس کی پہلی مثال جو میری نظر سے گذری، وہ ڈی سیکا کا منظرنامہ' امریکہ امریکہ' تھا۔ اس ڈائرکٹر نے وہ منظرنامہ پہلے لکھا، شائع کیا اور بعد میں اس پر فلم بنائی۔ ادب میں بہت سے مصنف ہیں جو اپنے ناول بھی تقریباً منظرنامے کی شکل میں لکھتے ہیں۔ شرت چندر کے بیشتر ناول اس فارم کے بہت قریب ہیں۔

یہ منظرنامے پیش کرنے کا ایک مقصد قاری کو اس فارم سے متعارف کرنا بھی ہے اور دوسرے یہ کہ ٹی وی اور سنیما سے دلچسپی رکھنے والے شائقین یہ دیکھ سکیں کہ ناول کو کس طرح منظرنامے کی شکل دی جاتی ہے۔ میرے لیے یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ

میں منظرکشی پر کسی مہارت کا دعویدار نہیں-- کوئی دوسرا ڈائرکٹر یا مصنف، ہوسکتا ہے مجھ سے بہتر منظرنامہ تخلیق کرلے۔

منظرنامے کا اندازِ بیان عموماً اوریجنل کہانی سے الگ ہوجاتا ہے اس لیے وہ اصل کہانی یا ناول یا سوانح عمری کا نیا Interpretation بن جاتا ہے جس کی مثال چند مشہور فلموں سے دی جاسکتی ہے جیسے فلم 'انارکلی' اور 'مغلِ اعظم' ایک ہی ڈرامے سے ماخوذ کیے گئے ہیں۔ 'دیوداس' جتنی بار بنی، اور کئی زبانوں میں بنی، اس کا منظرنامہ بدلتا رہا۔ ٹی۔وی۔ کی آمد سے منظرناموں کی ضرورت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے افسانوں کے منظرنامے بھی لکھے جانے لگے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، بھیشم ساہنی، منشی پریم چند اور دوسرے بے شمار ادیبوں کے افسانوں پر کام ہورہا ہے۔ بہت سے سیریل سیدھے منظر ناموں میں لکھے جاتے ہیں۔ ٹی وی کی فلموں کے لیے چونکہ وقت کی پابندی (طوالت، Duration) کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اس لیے منظر ناموں کے لیے اکثر ادب سے لیے گئے مشہور افسانوں کو کبھی مختصر کرنا پڑتا ہے، کبھی پھیلاؤ دینا پڑتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش دوسروں کے لیے کارآمد ثابت ہوگی اور دوسروں کے تجربوں سے مجھے فائدہ ہوگا-- کوئی نئی راہ کھلے گی، کوئی نئی بات پیدا ہوگی۔

گلزار

آندھی

آندھی فلم کا منظرنامہ بڑے دلچسپ حالات میں لکھا گیا۔ میں 'آندھی' کا منظرنامہ لکھ رہا تھا جب کملیشور جی سے ایک اور فلم لکھنے کے لیے ملاقات ہوئی، جو بعد میں 'موسم' کے نام سے بنی۔ نشست ایک فلم کے لیے ہوتی اور اکثر بحث دوسری فلم پر جا کر ختم ہوتی۔ ہم دونوں فلمیں ایک ساتھ ہی ڈِسکس کرنے لگے تھے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ کملیشور جی الگ الگ دونوں ہی کہانیوں پر ناول لکھ لیں اور میں منظرنامے لکھتا رہوں۔ ان کے ناولوں سے مجھے کچھ نقطے مل جائیں گے اور میرے منظرنامے سے کچھ پرتیں انھیں حاصل ہو جائیں گی۔

اس لیے ان کے ناول 'کالی آندھی' اور فلم 'آندھی' میں کچھ مشترکہ ہے بھی اور نہیں بھی۔ میرا خیال ہے منظرنامہ میں کرداروں کے جو attitude ہیں وہ ناول میں شامل نہیں ہو سکے، یا کہیے کہ وہ الگ ہو گئے۔

ابتدائی نشستیں 'مہابلی پورم' میں ہوئیں۔ ہمارے پروڈیوسر ادھر کے تھے۔ پھر چند نشستیں بھوپال میں ہوئیں، جہاں میں لوکیشن دیکھنے گیا تھا۔ لیکن کہانی آگے نہ بڑھی۔ بالآخر دلّی کے 'اکبر' ہوٹل میں بیٹھ کر میں نے اسکرپٹ مکمل کی جہاں 'جے کے' نامی ایک ویٹر نے میری بہت خدمت کی، اور اس کے اعزاز میں، میں نے ہیرو کو جے کے کا نام دیا۔ اور 'جے کے' یہ جانتا ہے!

گلزار

منظر-1

بھوپال شہر میں الیکشن کا طوفان مچا ہوا تھا۔ ہر پارٹی کے لوگ اپنا چناوی نشان جیبوں پر لگائے شہر میں کنونسنگ کر رہے تھے۔

کسی کا چناؤ نشان کرسی تھا، کسی کا چناؤ نشان چڑیا تھا۔

ایک بہت بڑے پنڈال میں لوگ اکٹھے تھے۔ شہر کے بہت بڑے نیتا چندرسین، جن کا چناوی نشان لالٹین تھا، ایک بڑے سے اسٹیج سے ان کا بھاشن چل رہا تھا۔

چندرسین : یقین مانیے، مجھے کوئی شوق نہیں ہے الیکشن لڑنے کا، اور نہ ہی کسی ڈاکٹر نے کہا کہ میں الیکشن لڑوں، لیکن مجھے الیکشن لڑنا پڑتا ہے۔ اپنے حقوق کے لیے، جنتا کے حقوق کے لیے۔ وہ جو سمجھتے ہیں، ایک ڈبہ مٹی کا تیل دے کر، یا ایک مٹھی اناج جھولی میں ڈال دینے سے جنتا بِک جائے گی، وہ بھول کر رہے ہیں، جنتا بِکے گی نہیں ،وہ اپنی بھوک نہیں بیچے گی۔ وہ اتنا سستا سودا نہیں کرے گی۔ جنتا کے حقوق بِکیں گے نہیں —

جنتا کے حقوق نیلام نہیں ہوں گے —

یہ سن کر — وہاں بیٹھی جنتا نے زوروں سے تالیاں بجائیں اور لوگ چلّانے لگے۔

آدمی : چندرسین زندہ باد

چندرسین زندہ باد

چندرسین : مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی شکایت ہے کہ آرتی دیوی نے اپنے چناو کاریالیہ میں لنگر کیوں کھول رکھے ہیں۔ کیوں غریبوں کو روز کھانا کھلایا جاتا ہے۔ میں تو خوش ہوں کہ میرے مفلس شہر نواسیوں کو ایک وقت کی روٹی تو ملی، مجھے اُن کی امیری سے کوئی شکایت نہیں ہے، نہ اپنی غریبی پر شرمندگی ہے۔ میں تو صرف اتنا پوچھتا ہوں، کہ اِس الیکشن سے پہلے وہ کہاں تھیں۔ یہ کالے داموں سے خریدی، اناج کی بوریاں، کون سے گوداموں میں چھپی پڑی تھیں، جو پہلے پیسے دے کر مٹھی بھر اناج نہیں ملتا تھا۔ اب جیسے ہی الیکشن آیا، ملنے لگا سب کچھ۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ الیکشن کے بعد بھی اسی طرح سب کچھ ملے گا، میرے شہر نواسیوں کو تو بھائیو میں پہلا آدمی ہوتا، انھیں اپنا ووٹ دینے والا، لیکن جانتا ہوں، یہ سب ڈھکوسلا، دِکھاوا ہے۔ آپ لوگوں سے ووٹ لینے کا۔ بھائیو یہ پنچھی کسی کے نہیں ہوتے، یہ پنچھی کسی کے نہیں ہوں گے، اُڑ جائیں گے آپ کا دانا، پانی ووٹ لے کر اور جا کر بیٹھیں گے کسی راجدھانی کی شاخ پر اور آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھوکا پیاسا چھوڑ جائیں گے ......

1.A

میدان میں لگے آرتی دیوی کے دفتروں پر
ایک ہجوم اُمڈ پڑا اور دیکھتے دیکھتے ہر طرف

آگ بھڑکنے لگی۔ آرتی دیوی اور پنچھی نشان کے بڑے بڑے کٹ آوٹ آگ کی لپیٹ میں آکر گرنے لگے۔ ہر طرف ایک کہرام مچ گیا.......

2

آرتی دیوی اپنے عالیشان بنگلے کی سیڑھیوں سے اترتی ہوئی اپنے آفس کے کمرے میں آئیں جہاں اُن کے پارٹی کے لوگ بیٹھے تھے۔ ان کے آتے ہی سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ آرتی دیوی اپنی کرسی پر بیٹھ گئیں اور لوگوں کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

آرتی : سِٹ- ڈاوَن...... سو! اپوزیشن نے جلا دیے ہمارے آفس......؟

کمل : جی ہاں...... چندرسین نے جلائے ہیں...... شرارت اُسی کی ہے۔

آرتی : وہ کیسے......؟

بلدیو : کھاتے ہمارے یہاں تھے، کام اُن کا کرتے تھے۔

کمل : دراصل، جھگڑا وہیں سے شروع ہوا۔ ہم نے انھیں گھسنے نہیں دیا۔ بات چندرسین تک پہنچی...... اور اس نے اُٹھ کر دُھواں دھار لیکچر دیا......

بلدیو : اور اسپیچ تو........ آپ جانتی ہیں کمال کی کرتا ہے۔.........

میرا مطلب ہے...... بولتی تو آپ بھی کمال ہیں مگر آپ یہاں

بیٹھی ہیں نا...... اگر وہاں ہوتیں تو ہم دیکھتے کیسے نکلتی آواز چندرسین کی۔

آرتی : میں تو چندرسین، چندرسین ہی سن رہی ہوں...... ساری کونسٹی ٹیونسی میں......

کمل : سب سے بڑا فیکٹر یہ ہے...... ان کے پاس پیسے بہت ہیں۔ پوری بزنس کمیونٹی ان کے پیچھے ہے۔

آرتی : جہاں پیسہ نہ ہو خرچ کرنے کے لیے — وہاں خرچ کرنے کے لیے عقل چاہیے چودھری صاحب!

کمل : اگروال فیملی کا بھوپال میں بہت رسوخ ہے۔ اور چندرسین کے بہت پرانے مرید ہیں، مل مالک ہیں، بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ لاکھوں کا دھندا ہے، اور ظاہر ہے، چندرسین کو وہاں سے پیسہ ملتا ہے۔

آرتی : تو اگروال کو کیوں نہیں، کھڑا کر دیا اب تک ؟

دونوں نے حیرت سے اُن کی طرف دیکھا

گردسرن : جی پہلے دو ہی سنبھالنے مشکل ہیں۔ ایک طرف چندرسین دوسری طرف گل شیر خان —

بلدیو : بزنس کمیونٹی ساری چندرسین کی طرف چلی گئی ہے اور جو مسلمان ووٹ ہیں وہ شیر خان کی طرف —

کمل : مزدوروں کے ووٹ ملنے کی امید تھی، وہ بھی ہاتھ سے نکل جائیں گے —

آرتی : کیوں — ؟

کمل : ان کا اپنا مِل مالک الیکشن میں کھڑا ہوگا تو ووٹ اُس کو دیں گے — اور کسے دیں گے ؟

اتنا سنتے ہی آرتی دیوی تمتماتے ہوئے اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئیں

آرتی : کیا ہوگیا ہے آپ کی عقل کو — کیا مِل مالک اور مزدور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلیں گے؟ کرایے دار کا سب سے بڑا دشمن مکان مالک ہوتا ہے۔ چاہے وہ ، کتنا ہی بھلا آدمی ہو!

پھر مُڑ کر پُوچھا :

آرتی اور پریس کس کی طرف ہے —؟

کمل : پریس بھی چندرسین کے حق میں ہے۔

آرتی : کیوں — ؟

کمل : کیونکہ ایک ہی Important paper " وطن" ہے اور کوئی گیانی ایڈیٹر ہے اُس کا —

آرتی : وہ کیا چندرسین کی پارٹی میں ہے۔

بلدیو : جی نہیں...... یوں تو گیانی کسی کی طرفداری نہیں کرتا، جو خبریں ملتی ہیں وہی چھاپتا ہے۔

کمل : اور چندرسین، وہ تو ہر روز کوئی نہ کوئی بیان دیتا ہی رہتا ہے۔

آرتی : تو آپ بھی نیوز دیجیے اُسے، ایسی نیوز دیجیے کہ وہ فرنٹ پیج پر چھپے —

3

چندرسین اپنے پارٹی آفس میں بیٹھا— وطن پیپر کے ایڈیٹر گیانی سے بات کررہا تھا اور اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

چندرسین : دیکھیے جب تک چناؤ چل رہے ہیں۔ ہماری مخالف پارٹی کی فرنٹ پیج پر نیوز نہ آنی چاہیے۔

گیانی : تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں نیوز نہ چھاپوں۔

چندرسین : نہیں...... گیانی جی، آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ چھاپیے ۔ضرور چھاپیے، لیکن جس خبر پر آپ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے ہیں— اُسے فرنٹ پیج پر کیوں چھاپتے ہیں ؟ تھرڈ پیج پر، فورتھ پیج پر، کہیں بھی اندر ڈال دیجیے اور......

تبھی پارٹی کا کوئی کاریہ کرتا آیا اور کوئی کاغذ دیا

آدمی : سر یہ ڈیزائن ہے مین پوسٹر کا — یہ ہینڈبل ہے اور یہ آرڈر ہیں وطن پریس کے لیے۔

چندرسین : تم جاؤ— یہ لیجیے گیانی جی...... جس کام کے لیے بلایا تھا...... وہ یہ ہے۔

کچھ دیتے ہُوئے

چندرسین : یہ پوسٹر ہے، پچاس ہزار چھپیں گے— یہ ہینڈبلس ایک لاکھ یہ آرڈر......

چندرسین نے چیک پر سائن کردیے

چندرسین : یہ Advance چیک—! آئندہ ہمارا سارا کام آپ ہی کے پریس میں ہوگا...... ٹھیک ہے نا......

گیانی : ہوں......! یہ رشوت تو نہیں ہے؟

چندر سین مُسکراتا ہے

چندرسین : کیا بات کررہے ہیں گیانی جی، یہ تو آپس کا لین دین ہے۔ ہم آپ کے لیے اتنا کچھ کررہے ہیں۔ آپ بھی تو کچھ کیجیے ہمارے لیے—

گیانی : اچھا میں خیال رکھوں گا—

یہ کہہ کر گیانی چلنے کو تیار ہُوا ہے تبھی پھر سے چندرسین بولے

چندرسین : الیکشن کے پہلے آپ ہمارا خیال رکھیے، الیکشن کے بعد ہم آپ کا خیال رکھیں گے۔

4

آرتی دیوی اپنے آفس میں بیٹھی کچھ سوچ رہی تھیں۔ ماتھے کو ہاتھوں سے سہلاتے ہُوئے بولیں!

آرتی : گروسرن جی...... چندرسین کینسر کی طرح چھا رہا ہے سارے الیکشن پر...... ان کا زور دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔ اُسے توڑنا بہت

ضروری ہے۔ میں اسی لیے کہہ رہی ہوں، اگروال کو الیکشن میں کھڑا کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ سمجھنے کی کوشش کیجیے — اگروال کے کھڑے ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ چندرسین ٹوٹے گا — چندرسین کے پیچھے جتنا پیسہ ہے بند ہوگا۔

گروسرن : ہمیں کیا فائدہ ہوگا اس سے —؟

آرتی دیوی سمجھاتے ہوئے

آرتی : یہ دس آدمی جو ایک جگہ ہیں، انھیں جیتنے کے لیے آپ کو گیارہ ووٹ چاہئیں۔ اگر انھیں پانچ پانچ میں بٹوا دیں تو جیتنے کے لیے صرف چھ ووٹ کی ضرورت پڑے گی۔ And then ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے۔ اگروال سے بھی سودا کیا جاسکتا ہے۔

گروسرن : لیکن اتنا پیسہ کہاں ہے ہمارے پاس — ؟

آرتی : عقل تو ہے— للّو لال کافی سمجھدار ہیں سنبھال لیں گے—!

5

ایک بہت بڑے ہوٹل کے لان میں، ایک جیپ تیزی سے اندر آئی، جس پر آرتی دیوی کا پوسٹر لگا ہوا تھا۔ جیپ ہوٹل میں بلڈنگ کے سامنے آکر رُکی۔ جیپ میں سے للّولال کُرتے پاجامے میں اترے، سر پر گاندھی ٹوپی تھی، کندھے پہ ایک جُھولا لٹک رہا تھا۔

ہوٹل کے اندر آئے اور ریسپشن پر آکر، وہاں
کھڑے آدمی سے پوچھا۔

للّو لال : بھیّے منیجر صاحب کہاں ہیں—؟

[سہایک منیجر نے گھڑی دیکھ کر جواب دیا]

امرت (سہایک) : جی...... وہ اس وقت باغ میں ہوں گے—!

للّو لال : ...... (گھڑی دیکھ کر) ہواخوری کرتے ہیں—؟

امرت (سہایک) : ہواخوری نہیں — باغ میں کام کروا رہے ہیں۔

للّو لال : تو انھیں بلا کر لایئے......

امرت : آپ کو کوئی کمرہ ومرہ چاہیے —؟

للّو لال : کمرہ نہیں...... بھیّے کمرے چاہئیں...... آپ ذرا منیجر صاحب کو تو بلایئے......

امرت : جی...... وہ وہیں باغ میں ہوں گے...... آپ وہیں چلے جایئے—!

للّو لال جانے کو مُڑا پھر رُک کر پُوچھا

للّو لال : اُن کا نام کیا ہے......؟

امرت : جی جے.کے. صاحب کہہ کے بلاتے ہیں......

للّو لال : منیجر ہی ہیں نا......؟

امرت : منیجر بھی ہیں— اور کمپنی کے منیجنگ ڈائرکٹر بھی ہیں۔ للّو لال چلے گئے۔

6

ہوٹل کے باغیچے میں جے.کے. صاحب باغبانی کر رہے تھے۔ اور وہاں پر للّولال جی آپہنچے ہیں۔ ویسے للّولال جی ، کسی کو بھی ''بھتّے'' کہہ کے بلاتے ہیں۔ چاہے وہ کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو، ایسے ہی انھوں نے .J.K کو بھی بُلایا......

للّولال : بھتّے— آپ ہی ہیں ہوٹل کے منیجر؟

جے.کے. کھڑے ہوئے تھے۔ للّولال کی طرف دیکھ کر ہاتھ کو صاف کرتے ہوئے بولے......

جے.کے : جی...... ہاں...... فرمائیے

للّولال : ذرا...... ہاتھ واتھ دھو لیجیے، پھر بات کرتے ہیں۔

جے.کے.نے پاس کے نل پہ ہاتھ دھوئے...... اور پُوچھا......

جے.کے : فرمائیے تو سہی...... چاہیے کیا آپ کو......؟

للّولال : ارے ہوٹل میں جگہ چاہیے...... مگر زیادہ چاہیے، ساؤتھ ونگ خالی کرا دیجیے......

جے.کے. : کل کتنے کمرے چاہئیں آپ کو—؟

للّولال : ارے بھتّے آپ آموں کی بات کیجیے، پیڑ کیوں گنتے ہیں آپ— دیکھیے لیڈروں کے لیے جتنے کمرے ہوں کم ہیں۔ آپ جانتے ہیں

کہ لیڈر جب باہر نکلتے ہیں تو اپنا دفتر ساتھ لے کر نکلتے ہیں۔ خود
وہ اوپر رہیں گے نیچے دفتر کھل جائے گا۔

جے.کے. اپنا آستین کا بٹن بند کرتے ہُوئے
للّولال کی بات سُن رہا تھا

جے.کے. : کب سے چاہئیں ؟

للّو لال : آج ہی سے..... کل سارا کنبہ یہاں پہنچ رہا ہے۔

جے.کے. : ویسے..... آ کون رہا ہے.....؟

للّو : آرتی دیوی.....!

جے.کے. آرتی دیوی کا نام سنتے ہی حیرت
میں آگیا

جے.کے. : آرتی دیوی.....؟

للّو : جی..... ہاں.....!

جے.کے. : وہ یہاں رہیں گی.....؟

للّو لال : ہُوں! جنتا کی لیڈر ہیں..... وہیں رہیں گی جہاں..... جناردن
رہے گا..... آپ کو کوئی کشٹ ہے کیا؟

تھوڑا سا مسکراتے ہوئے کچھ چھپاتے ہوئے کہا

جے.کے. : جی نہیں..... مجھے کیا کشٹ ہوگا۔

للّو لال : اور پھر آپ کو تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ہوٹل کی گلیمر بڑھے گی.....

جے.کے. : یہ آرتی دیوی وہی ہیں نا جن کا نشان پنچھی ہے؟

للّو لال : بھیّے اور کس میں اتنا دم ہے، اتنا اونچا اڑ سکے آسمان میں.....۔

7

دور آسمان میں ایک ہیلی کاپٹر اڑتا ہوا زمین کی طرف آیا۔ رُکا تو اس میں سے آرتی دیوی باہر نِکلیں۔ آنکھوں پر کالا چشمہ، کھادی کی ساڑی اور سر پہ پلّو کیے ہوئے تیزی سے اپنی پارٹی کے لوگوں کے پاس پہنچ گئیں۔ للّو لال اور ان کی پارٹی کے لوگ کھڑے تھے، ان کا سواگت کرنے کے لیے۔ سبھی مالائیں لے کر آگے بڑھ آئے

آرتی دیوی کار میں بیٹھ گئیں اور کاروں کا قافلہ ہوٹل کی طرف روانہ ہُوا سارے راستے میں لوگ ان کے نام کے نعرے لگاتے رہے۔

آرتی دیوی—

زندہ باد—

آرتی دیوی—

زندہ باد—

ہوٹل میں کاروں کا قافلہ پہنچا...... وہاں پر اور لوگ ان کا پھولوں سے سواگت کرنے پہنچ گئے تھے۔ ہوٹل کا منیجر جے۔کے۔ دور سے آرتی دیوی کو دیکھتا رہا پہچاننے کی کوشش کررہا تھا آرتی دیوی ہوٹل کے اندر چلی گئیں۔

8

آرتی دیوی ان کمروں کو دیکھنے لگیں جہاں اُنہیں رہنا تھا...... ایک کمرے میں پلنگ کی جگہ پر زمین پر بڑے بڑے گدّے بچھے تھے، جس پر سفید چادریں پڑی تھیں۔

دیوار پر آرتی دیوی کا ایک پوسٹر لگا ہوا تھا...... اسے دیکھ کر

آرتی دیوی : ہوں— گڈ!— انگلش میں زیادہ نظر آرہے ہیں۔

پھر دوسری طرف مُڑیں کمروں کو دیکھتی ہوئی کہنے لگیں—

آرتی دیوی : They should be more in Hindi

زمین پر لگے بستر کو دیکھ کر

آرتی دیوی : یہ کیا ہے......؟ ہوٹل میں بیڈز نہیں ہیں کیا ؟

للّو لال : یہاں کے پلنگ وغیرہ میں نے ہی ہٹوائے۔

آرتی : کیوں؟

للّو لال : وہ اس لیے کہ......

اِدھر اُدھر للّولال نے دیکھا۔ پارٹی کے لوگ کھڑے تھے اس لیے کچھ کہتے ہُوئے رُک گیا۔ کچھ سوچ کر کہا

للّو لال : آپ کے لیے پرسنل کمرہ تیار ہے چلیے۔

للّولال ان کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ دونوں کمرے میں داخل ہُوئے۔ آرتی دیوی نے کمرے کوغور سے دیکھا۔ اس کی سجاوٹ کو دیکھا۔ پاس میں چندن کی اگربتّی جل رہی تھی جس کی سوگندھ کمرے میں چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ دوسری طرف ٹیبل پر صراحی اور گلاس رکھا تھا آرتی دیوی نے ان سب چیزوں کو دیکھ کر کہا۔

آرتی دیوی: چندن کی اگربتّیاں — یہ کس نے لگوائیں ؟

للّولال ایک پل کو یہ سن کر گھبرا گئے اور بول پڑے

للّولال: جی..... میں نے نہیں لگوائیں..... ہوٹل والوں کی ہوشیاری لگتی ہے۔

آرتی دیوی: اچھی ہیں! ...... مجھے تو پسند بھی ہیں!..... صراحی.....!! کوئی اچھی طرح جانتا ہے میری پسند کو۔ جگ کی جگہ صراحی رکھوائی ہے جو گھر میں بھی نصیب نہیں ہوتی اب تو —

للّولال: ہاں.....! میں چلوں اب—؟ آپ آرام کیجیے، آپ کے پروگرام کے بارے میں گرودسرن سے طے کر لوں گا۔

آرتی دیوی: اگروال کی بات یاد رہے!

للّولال: جی ہاں یاد ہے— آپ بے فکر رہیے— سب ٹھیک ہوجائے گا......

آرتی دیوی یہ سن کر کچھ سوچ میں پڑگئیں۔

9

للّولال کمرے سے باہر آئے تو گروسرن مل گئے۔

للّولال : ارے گروسرن—

گروسرن : جی—

للّولال : بھیّے، دیوی جی کو سمجھاؤ— یہی طور رہے تو لڑ لیے الیکشن—!

گروسرن : کیا ہوا للّو مہاراج—؟

للّولال : ارے ہونا کیا ہے— الیکشن جیتنے کے لیے کانٹوں کے بستر پر لیٹنا پڑتا ہے۔ اور تمھاری دیوی جی ہیں کہ زمین پر سونے کو تیار نہیں ہیں۔ ذرا سوچو دن بھر لوگ آئیں گے، ہوٹل کے بیرے آئیں گے، باہر جاکر بات کریں گے— آہا...... آہ کیا سادہ زندگی ہے، زمین پر سوتی ہیں، سوت پہنتی ہیں...... بھیّے یہیں سے تو ہوا بنتی ہے اُمیدوار کی۔ دیوی جی کو جاکر سمجھاؤ، جو میں کہتا ہوں وہ ٹھیک ہے...... پلنگ دیکھ رہی ہیں...... جاؤ— جاؤ......

10

ہوٹل میں سہایک منیجر امرت جے.کے. کے پاس آیا جو اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھا تھا...... آنکھیں بند تھیں۔

امرت : سر...... سر......

جے.کے. نے آنکھیں کھولیں سامنے امرت کو دیکھا۔

جے.کے. : سوری امرت—

امرت : سر آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ کل رات کو آپ کافی دیر تک کام کرتے رہے— آپ کاٹج میں آرام کیجیے کچھ کام پڑا تو میں آپ سے مل لوں گا—

جے.کے.: ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... کہو کیا کام ہے......؟

امرت : سر وہ للّو بابو آئے ہیں...... ساؤتھ وِنگس سے— آرتی دیوی کے الیکشن پوسٹر لگوانا چاہتے ہیں سامنے وِنڈوز پر—

جے.کے. نے کچھ سوچ کر مسکرا کے کہا

جے.کے. : There we go again— انھیں منع کر دو ...... انھیں کہو جو بھی No Political comment in the Hotel — Propoganda کرنا ہے ہوٹل سے باہر جا کر کریں۔

تبھی ایک ویٹر آیا جس کے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ تھا۔

ویٹر : May I come in Sir

جے.کے. : لے آیئے—

جے.کے. : امرت یہ پھول تم خود ہی لے جاؤ اُن کے کمرے میں۔

امرت : کن کے سر—؟

جے.کے. : وہ ہیں نا...... آرتی دیوی...... اِدھر لانا......

پھولوں کے گلدستے کو بغور دیکھا۔ تبھی امرت نے ایک کارڈ پیش کیا

امرت : سر___ اس پر سائن کردیجیے— That will make it more personal

جے.کے. Sign کرنے لگتا ہے تبھی کچھ سوچ کر کہتا ہے۔

جے.کے. : نہیں امرت— Do not say it's from manager, Just say, it is from the Hotel "Ashina"

امرت : O.K. Sir

امرت پھولوں کا گلدستہ لے کر وہاں سے چلا گیا۔

11

آرتی دیوی اپنے کمرے میں ٹیبل اور کرسی پر بیٹھی کچھ کام کررہی ہیں۔ پاس پڑی ایشٹرے پر ایک سگریٹ سُلگتی ہوئی پڑی تھی۔ دروازے پر کھٹ کھٹ کی ؤواز آئی۔ دروازے کی طرف دیکھتی ہیں۔ پھر پاس پڑی سگریٹ بجھائی اور آواز دی۔

آرتی دیوی : Come in

دروازہ بند دیکھ کر اٹھیں ہیں اور جاکر دروازہ

کھولا۔ سامنے امرت پھولوں کا گلدستہلیے تھا۔

امرت : Good morning میڈم—

امرت نے گلدستہ پیش کیا۔ آرتی دیوی پھول دیکھ کر خوش ہوگئیں

آرتی : How beautiful کس نے بھیجا...... ؟

امرت : جی ہوٹل کی طرف سے—

آرتی : یہاں کوئی خوب جانتا ہے میری پسند کو— keep it there

امرت : جی! ...... [امرت نے پھول سجا دیئے]

آرتی : سنیے ...... یہ باہر لٹکا دینا کوئی Disturb نہ کرے ......

امرت "Do not disturb" کا کارڈ لے کر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد آرتی دیوی پھر اپنے میز پر آگئیں اور لکھنے لگیں۔

12

جے.کے. کھانا کھا چکے تھے — سگریٹ جلایا اور سگریٹ پیتے ہوئے صوفہ پر جاکر بیٹھ گئے۔ کھڑکی سے دور تک شہر کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ گھر کا ایک نوکر ہاتھ میں کھیر لے کر جے.کے. کے سامنے آگیا۔

جے.کے. : کیا ہے......؟

بندا : کھیر بنائی تھی آج......!

جے.کے. : آج اچانک کھیر کا کیسے خیال آ گیا......؟

بندا : میم صاحب کو دیکھا، تو خیال آ گیا...... انھیں بہت پسند تھی نہ......

جے.کے. : میم صاحب......!

بندا : میرا مطلب ہے بہورانی......!

جے.کے. : بہو - رانی......؟ آج تمھیں بندا ہوا کیا ہے؟ انھیں تو تم بٹیا کہہ کے بُلاتے تھے۔

بندا : اب اتنے سالوں میں...... بہت کچھ بدل گیا...... بہت کچھ ٹوٹ گیا......

جے.کے. : سالوں سے، رشتے ٹوٹ جاتے ہیں کیا......؟

بندا : اس گھر سے تو ٹوٹ ہی گیا نا رشتہ......

جے.کے. : پتہ نہیں کہاں سے ٹوٹا ہے— اور کہاں سے جُڑا ہُوا ہے، اب تک......
جے.کے. کھیر کھانے لگے

جے.کے. : ملے ہو اُن سے—؟

بندا : نہیں —

جے.کے. : کیوں—؟

بندا : آپ سے پوچھا بھی نہیں تھا—

جے.کے. : اس میں پوچھنا کیا...... اور تمھارا حق تو مجھ سے زیادہ ہے۔
بچپن میں کھلایا ہے انھیں! اپنے ہاتھوں میں بڑا کیا ہے اور پھر مجھ سے پوچھنا کیا......؟

بِندا : آج...... آج برسوں بعد دیکھا اپنی بِٹیا کو...... دور سے دیکھا پر...... آواز دینے کو جی کیا......

یہ کہتے کہتے بِندا کی آنکھیں نم ہو گئیں

بِندا : لیکن بہت بڑی ہوگئی ہے نا......؟

جے.کے. : جن کے لیے بنائی ہے یہ کھیر...... انھیں تو کھلا دو......

بِندا : وہاں تو بہت لوگ ہوں گے...... ہمیں تو کوئی جانے بھی نہیں دے گا......

جے.کے. : کیوں نہیں جانے دے گا...... ایک کام کرو...... باہر گارڈن میں ڈِنر چل رہا ہے...... ہوٹل کے کسی بیرے سے کہہ دینا وہ لے جائے گا— اگر وہ بڑے لوگوں میں گھری ہو یا کسی سے باتیں کررہی ہو تو، بیچ میں مت جانا، کسی سے کہہ کے بھجوا دینا......

بِندا کاکا کچھ سوچتے ہوئے وہاں سے چلے گئے

13

ہوٹل کے گارڈن میں آرتی دیوی کی دی ہوئی پارٹی چل رہی‌تھی۔ ایک کرسی پر للّولال جی اپنی دوائی پی رہے تھے اپنی شیشی سے۔ ڈکار لیتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

للّو : معاف کیجیے گا—

وہاں سے اٹھے اور ایک پارٹی ورکر کو پاس بُلایا

للّو : بھیّے ...... اس میں ذرا گُردے کی دوا لے آ......

وہ آدمی سمجھ نہیں پایا اور پھر پوچھا۔

آدمی : گُردے کی دوا......؟

للّو لال : ارے ہاں بھیّے...... سامنے جا اور اس میں ''رم'' ڈال کر لے آ......

آدمی : سمجھ گیا (ہنستے ہوئے)

للّو : سمجھ گیا ...... جا...... جا ......

تبھی بِندا کاکا ایک کٹوری میں کھیر لیے ہوئے پارٹی کے Garden میں داخل ہُوئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا— پَر کوئی نظر نہیں آیا...... تبھی سامنے سے جاتے ہوئے ویٹر سے پتہ کیا۔

بِندا : آرتی دیوی کہاں بیٹھی ہیں؟

ویٹر : وہ تو ابھی آئیں نہیں!...... اُوپر ہیں......

بِندا : اپنے کمرے میں......؟

ویٹر : جی ہاں...... کچھ بڑے بڑے لوگ آئے ہیں...... اُن کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی ہیں......

ویٹر چلا گیا...... بِندا کاکا اُداس من سے وہاں سے جانے لگے......

تبھی دور سے آرتی دیوی اپنے پارٹی کے کُچھ لوگوں کے ساتھ آتی ہوئی نظر آئیں– قریب آکر وہ بِندا کاکا کو دیکھ کر ایک جھٹکے سے رک گئیں۔

بِندا کاکا بھی خوشی سے چمک اُٹھے

آرتی : بِندا کاکا تم......؟

[آرتی دیوی جھک کر بِندا کاکا کے پیر چھوتی ہیں—]

بِندا : نہیں بیٹی...... جیتی رہو...... کیسی ہو تم—؟

آرتی : میں تو اچھی ہوں...... لیکن تم یہاں کیسے......

بِندا : میں تو یہیں رہ رہا ہوں...... مالک کے پاس...... مالک یہاں کے منیجر لگے ہوئے ہیں...... ہوٹل میں...... چار سال ہوگئے ہیں......

آرتی دیوی کے چہرے پر ایک چمک بھی آئی! اُداسی بھی......

آرتی : اسی لیے میں صبح سے حیران تھی...... یہاں کون ہے جو اتنے قریب سے مجھے جانتا ہے......

بِندا : مالک، ملے نہیں......؟

آرتی دیوی کے چہرے پر ایک درد سا اُبھر آیا اور ایک چاہ زبان پر آگئی

آرتی : وہ یہیں ہیں......؟

بِندا : ہاں بنگلے پر ہیں...... یہیں اس کے پیچھے بنگلہ ملا ہوا ہے ہوٹل میں۔ کھانا کھلا کر آرہا ہوں...... [ہنس کر] یہ کھیر بنائی تھی تمھارے لیے، وہی لے کر آگیا......

آرتی دیوی نے کھیر کی کٹوری لے لی اور پاس جاتے ہوئے پارٹی کے آدمی سے کہا

آرتی : سنو......

آدمی : جی......

آرتی دیوی : یہ میرے کمرے میں رکھوا دینا —!

آدمی : جی ہاں......

آرتی دیوی پھر سے بِندا کاکا کی طرف مُڑیں

آرتی : کاکا میں بعد میں کھا لوں گی ......

کہتے کہتے آرتی کی آنکھیں بھر آئیں

بِندا : اچھا میں چلتا ہوں......

بِندا جانے لگا...... اس کی چال سے ایسا لگا...... اپنی بِٹیا کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تبھی آرتی دیوی نے پھر سے بلایا

آرتی : کاکا— آنا مجھ سے ملنے کے لیے...... میں کچھ دن یہاں ہوں......

بِندا : آؤں گا......؟

یہ کہہ کر بِندا چلا گیا۔ آرتی دیوی اس کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں اور کُچھ پرانی یادیں آنکھوں میں اُمڑ آئیں......

14

(فلیش بیک)

کشمیر کی وادیاں وہ اور جے کے،
اس موڑ پہ جاتے ہیں
کچھ سست قدم رستے
کچھ تیز قدم راہیں
پتھر کی حویلی کو
شیشے کے گھروندوں میں
تنکوں کے نشیمن تک
اس موڑ سے جاتے ہیں.......

آندھی کی طرح اُڑ کر
اِک راہ گزرتی ہے
شرماتی ہوئی کوئی
قدموں سے اترتی ہے......
ان ریشمی راہوں میں
اک راہ تو وہ ہوگی
تم تک جو پہنچتی ہے
اس موڑ سے جاتے ہیں........

اِک دور سے آتی ہے
پاس آ کے پلٹتی ہے
اِک راہ اکیلی سی
رُکتی ہے نہ چلتی ہے
یہ سوچ کے بیٹھی ہوں
اِک راہ تو وہ ہوگی
تم تک جو پہنچتی ہے
اس موڑ سے جاتے ہیں........

15

جے.کے. اپنے کمرے میں پچھلی یادوں میں کھوئے بیٹھے تھے، جب دروازے پہ گھنٹی بجی. جے.کے. نے جاکر دروازہ کھولا ...... اور حیران رہ گیا سامنے آرتی دیوی کھڑی تھیں. جے.کے. ایک ٹک دیکھتے رہ گئے. آرتی دیوی بھی جے.کے. کو ویسے ہی دیکھتی رہیں. پھر چہرے پہ تھوڑی سی مسکراہٹ اُبھری اور بولیں......

آرتی دیوی : بالکل ویسے ہی ہو...... ذرا بھی نہیں بدلے......!

جے.کے. : ذرا کمزور ہو گیا ہوں......

آرتی : نہیں...... کمزور تو نہیں ہو— تم تو کبھی کمزور نہیں تھے— صرف دُبلے ہو گئے ہو کچھ—

جے.کے. : دُبلا؟(ہنس کر) بوڑھا ہوگیا ہوں...... سفیدی آگئی ہے بالوں میں—!

آرتی : ہوں...... بہت اچھا لگتا ہوگا تمھیں...... تم تو اُن دنوں میں بھی جھوٹ مُوٹ سفیدی لگا لیا کرتے تھے—

دونوں ہنس پڑے

جے.کے. : تمھیں یاد ہے سب کچھ—!

آرتی : تم بھی تو نہیں بھولے— کمرے میں صراحی دیکھ کر خیال آیا— لیکن یہ نہیں سوچا کہ تم بھی یہیں پر ہو— ہندا آیا تو [کچھ سوچ کر] اندر آنے کے لیے نہیں کہوگے......؟

کافی دیر سے دونوں دروازے پہ کھڑے کھڑے باتیں کررہے تھے

جے.کے. : ہاں...... آؤ......

آرتی دیوی گھر میں گھستے ہی اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں جیسے کچھ اور جاننا چاہتی ہوں...... بنا مُڑے پُوچھا......

آرتی : یہ مونچھیں کب سے رکھ لیں......؟

جے.کے. کو ایسے سوال کی امید نہیں تھی اپنی مونچھوں کو چھوکر کہا

جے.کے. : کچھ سال پہلے (ہنس کر) تمھیں اچھی نہیں لگتی تھیں نا ؟

آرتی : اسی لیے رکھ لیں ؟

جے.کے. نے ہنس کر جواب دیا

جے.کے. : نہیں...... ایویں ہی......

آرتی : اتنا صاف کون رکھتا ہے گھر کو......؟

کچھ اس طرح پوچھتی ہے جیسے کوئی دوسری عورت جے.کے. کی زندگی میں ہو

جے.کے. : ہندا —!

آرتی کو احساس ہُوا اُس کا شک غلط تھا

آرتی : اوہ......

چلتے چلتے دونوں دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ آرتی گھر کو اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے کچھ کھوج رہی ہوں۔ آخر دروازے کو ٹیک لگاکر پُوچھ ہی لیا —

آرتی : منّو نہیں ہے......؟

منّو ان دونوں کے پیار کی نشانی، اُن کی بیٹی کا نام تھا۔

جے.کے. : [کچھ سوچ کر] شملہ میں ہے — ہوسٹل میں رہتی ہے۔

آرتی : اوہ—

آرتی اُداس سی ہوگئی

جے.کے. : باہر چلیں۔ باغ میں—؟

آرتی : ائیں؟...... ہاں......

جے.کے. اور آرتی کمرے سے باہر آگئے۔

16

جے.کے. اور آرتی دیوی باغیچے میں آکر بیٹھ گئے۔ دونوں میں ایک خاموشی تھی ... آرتی پاس پڑی میگزین کو اٹھا کر اس کے پنّے پلٹنے لگی۔

خاموشی کو توڑتے ہوئے جے.کے. نے پُوچھا—

جے.کے. : کچھ پیوگی؟...... چائے کوفی......؟

آرتی : ہوں...... کوفی—!

کوفی کہہ کر آرتی کو کچھ خیال آیا۔

آرتی : لیکن رات کے وقت تمھیں ...... کوفی پریشان کرتی ہے نا......

جے.کے. : اب نہیں کرتی (ہنس کر) بِندا ......

نوکر کو آواز دی

جے.کے. : بِندا ......

بِندا گھر ہی میں سے بولا

بِندا : آیا صاحب—

بِندا گارڈن میں آیا اور آرتی دیوی کو بیٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوگیا۔

بندا : ارے بٹیا جی ...... آگئیں ......؟

آرتی : کوئی پلاؤ گے کاکا ......؟

بندا : ہاں کیوں نہیں .... لیکن رات کے وقت صاحب کے لیے —

آرتی فوراً بول پڑی

آرتی : اچھی نہیں ہے نا؟ — میں جانتی تھی ...... کاکا ادرک والی چائے پلاؤ، جو ہمیشہ پلایا کرتے تھے......

بندا : [خوش ہوکر] ہاں...... ہاں...... یہ ٹھیک رہے گا...... دیکھا صاحب، بٹیا جی، ابھی تک کچھ نہیں بھولیں...... میں ابھی لایا......

اور بِندا خوشی خوشی کِچن میں چلا گیا۔

جے.کے. اور آرتی پھر سے چپ چاپ بیٹھ گئے۔

خاموشی کو توڑتے ہوئے جے.کے. کہتا ہے

جے.کے. : آج بندا بہت خوش ہے......!

آرتی : ہُوں...... کتنے برس بیت گئے...... کتنے سالوں کے بعد ملی ہوں تمھیں......

اتنا کہتے ہوئے آرتی دیوی کھڑی ہوگئیں اور خیالوں میں کھوئی ہوئی بولیں

آرتی : شاید نو......نو سال ہوگئے نا......؟

کرسی پر بیٹھے جے.کے.نے آرتی کی طرف دیکھا۔ جس کی پیٹھ اس کی طرف تھی...... آرتی کے ہاتھوں میں مڑی ہوئی میگزین تھی جو اُس نے وہیں سے اُٹھائی تھی...... کُچھ سوچتے ہوئے جے.کے. دور ہوگئے۔

آرتی : ایک بار گھر لوٹی تھی!— تم جاچکے تھے......! میں نے ہی دیر کردی تھی—! ہوٹل بھی گئی تھی...... وہ بھی تم چھوڑ گئے تھے— جہاں اسسٹنٹ منیجر تھے ......

جے.کے. : تمھارے بارے میں تو میں پڑھتا ہی رہتا تھا— پیچھے سُنا تھا۔ تمھارا ٹانسلس کا آپریشن ہوا تھا......

آرتی : ہاں...... ہماری زندگی تو کھلی کتاب ہے...... سب دیکھ لیتے ہیں...... جان لیتے ہیں...... اپنا، بالکل اپنا کچھ نہیں رہ جاتا اس میں......

جے.کے. : کیا خوش نہیں ہو اس زندگی سے...... کافی کامیاب ہو آج...... بڑا لمبا راستہ طے کرگئی ہو......

آرتی کچھ کہنا چاہتی تھیں - پر کُچھ سوچ کر نہیں کہا...... جے.کے. کے قریب آتے آتے بولیں

آرتی : تمھارے بارے میں کبھی کچھ نہیں سن سکی......؟

جے.کے. : میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں......!

بِندا گرم گرم ادرک کی چائے لے کر آیا۔ آرتی جو ابھی تک کھڑی تھیں پھر بیٹھ گئیں۔

آرتی : دو...... میں بناتی ہوں...... اب لکھتے نہیں—؟

چائے کپ میں ڈالتے پوچھا

آرتی : چینی......!

جے.کے.: بہت کم......

جے.کے. کو ایک پُرانا واقعہ یاد آگیا۔ ان کی
نئی نئی شادی ہوئی تھی جب ......

17

خوبصورت سی نوجوان آرتی دیوی ......
کھلے بالوں میں ...... جے.کے. بستر پر سو رہا تھا۔
اور آرتی دیوی اس کے لیے چائے بنا رہی تھی۔
صبح کا وقت تھا۔ بندا کافی گرم گرم دودھ دے
گیا۔

آرتی : [چھوکر] گرم ...... اوہ ......

بندا : گرم ہے —

بِندا چلا گیا ...... آرتی نے چائے بنائی اور کچھ
شرارت سُوجھی اُسے ...... گرم گرم چائے کی
پیالی میں جے.کے. کی انگلی پکڑ کر ڈبودی۔ جلن
سے جے.کے. ہڑبڑا کے اُٹھ بیٹھا اور جلی ہُوئی
اُنگلی مُنہ میں لے لی۔
آرتی نے پوچھا

آرتی : چینی ٹھیک ہے؟

جے.کے. : یہ کیا طریقہ ہے جگانے کا؟

جلی ہوئی انگلی کو منہ سے نکالا

آرتی : جگانے کا نہیں..... چینی دیکھنے کا..... دو بار پہلے جگا چکی ہوں..... اور میں کیا کروں .....

جے.کے. : جگانے کے لیے یہ ریڈیو آن کر دیا کرو.....

آرتی : وہ فلموں میں ہوتا ہے گھر میں نہیں.....!

آرتی کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

جے.کے. : یہ کیا ہوا ہے؟

جے.کے. نے آرتی کا ہاتھ پکڑا

جے.کے. : دیکھیں.....؟

آرتی : کہاں—؟

جے.کے. : اِدھر—

آرتی : کِدھر..... نہیں..... نہیں.....

اور جے.کے. آرتی کی انگلی پکڑ کر گرم چائے میں ڈبونے لگا زبردستی، تبھی کپ کی گرم گرم چائے لڑھک گئی.

18

پچھلی یادوں میں کھوئے جے.کے. نے حال میں گبھرا کے ٹیبل پکڑ لیا..... جیسے گرتی ہوئی چائے کو بچانے لگا ہو.

آرتی سمجھ نہیں پائی......

آرتی : کیا ہوا —؟

جے.کے. : کچھ...... کچھ نہیں........!

جے.کے. مسکرا دیا ۔ آرتی نے چائے بناکر جے.کے. کو دی اور شرارت بھرے لہجے میں پوچھا۔

آرتی : چینی ٹھیک ہے؟

جے.کے. اس کے جواب میں صرف مسکرا کے رہ گیا

جے.کے. : ٹھیک ہے—!

آرتی : یاد ہے...... صبح جگا کر جب میں چینی پوچھا کرتی تھی......

جے.کے. : [مسکرا کر] یاد ہے۔

آرتی : اور ایک بار ٹیبل الٹ گیا تھا— پیر پہ...... گرایا تھا خود ہی...... میرا نام لگا دیا—

19

(فلیش بیک)

پھر سے ماضی کی بات! جے.کے. بیٹھا ہوا تھا گرم گرم چائے سے پیر جلا کر۔ اور آرتی دوائی لگا رہی تھی۔

جے. کے. : مجھے تو شوق ہے— اُبلتا ہوا پانی اپنے پیروں پر ڈالنے کا......

آرتی دیوی : (مدّھم آواز میں) تو کیا ہوا پانی ہی تو ہے—!

جے. کے. : تو پھر جاؤ جلتے ہوئے کوئلے لے آؤ اور ڈالو میرے پیروں پر...... کسی دن تم پر ڈال کر دکھاؤں گا...... تڑکا نہ لگ جائے تو کہنا—!!

آرتی دیوی : خود ہی کہتے تھے...... انقلابی، آگ پر چل سکتے ہیں ...... اب کیا ہوا—؟

جے. کے. : بنا کارن کوئی آگ میں نہیں کوُدتا— بارہ سال کا تھا جب اپنی پارٹی کے لیے گولی کھائی تھی۔

آرتی دیوی : تو اب کیوں پارٹی کے خلاف ہو—؟

جے. کے. : اُس وقت انقلابی پارٹی تھی...... انقلاب کے لیے لڑتے تھے—

آرتی : ابھی بھی تو اسی کے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔

جے. کے. : ہوں...... ہڑتال، ستیا گرہ، بھلا اس طرح انقلاب آتا ہے؟

آرتی : اب تک تو اسی سے آئے ہیں۔

جے. کے. : تم میرے ساتھ خواہ مخواہ— بحث مت شروع کردو...... صرف اس لیے کہ تمھارے ڈیڈی...... وہ...... کیا...... پردیش کمیٹی کے پریزیڈنٹ بن گئے ہیں......

اپنے پیر سے اُس کا ہاتھ ہٹا دیتا ہے

جے. کے. : چھوڑو اس کو......... ہٹو............

آرتی : بڑی دیر لگائی آپ نے پیر کھینچنے میں۔!

جے.کے. : یہ دیکھو...... یہ پولیٹکس ہے...... اسی کو پولیٹکس کہتے ہیں...... اسی لیے اس سے مجھے نفرت ہے۔

آرتی ہنس پڑی ہے اور اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ جے.کے. بولتا رہا۔

جے.کے. : جہاں ایمانداری نہ چلے...... وہاں میرے لیے کچھ نہیں چلتا۔

آرتی نے الماری سے تولیہ نکال کر جے.کے. کے اُوپر پھینکا۔

آرتی : اب آپ جلدی تیار ہو جایئے...... مجھے جانا ہے—

جے.کے. اُٹھا — اور اٹھتے اٹھتے پوچھا

جے.کے. : اب آج کہاں جانا ہے—؟

آرتی : مائیکے—

جے.کے. : پھر کوئی کونسل کا کام آ پڑا—؟

آرتی : تھوڑا سا پِتا جی کا کام ہے، کر کے آجاتی ہوں ......

جے.کے. ٹُوتھ پیسٹ اور برش لے کر پیسٹ کو برش پر لگا رہا تھا بولا—

جے.کے. : ایک بیٹا ہوجائے...... پھر دیکھتا ہوں...... تمھارے لیے کون سی کونسل بڑی ہے۔ باپ کی یا بیٹے کی......

آرتی نے جے.کے کو باتھ روم میں دھکیل دیا۔

آرتی : جاؤ نا......

آرتی پھر الماری کے پاس چلی گئی۔ جے.کے.
کچھ سوچتے ہوئے باتھ روم سے باہر نکلا اوربولا۔

جے.کے. : آرتی...... میں سوچ رہا تھا، اگر بیٹا نہ ہوا بیٹی ہوئی تو—!

آرتی : اُف...... جلدی کرو نا...... پتا جی ویٹ کررہے ہوں گے—!

جے.کے. پھر سے باتھ روم میں چلا گیا اور
دوسرے پل پھر نکل کر آیا

جے.کے. : [ہنستے ہوئے] ایک بڑا مزیدار قصہ سناتا ہوں...... جب میں بارہ سال کا تھا نا تو......

آرتی نے غصے میں جے.کے. کو باتھ روم میں
دھکیل دیا

آرتی : تم تو ساری زندگی بارہ سال کے ہی رہوگے چلو...... چلو.......

آرتی جے.کے. کو دھکا دیتے ہوئے خود بھی
باتھ روم میں چلی گئی

20

آرتی اپنے پِتا کے گھر پہنچی تو بوس صاحب بولے۔

بوس : آج پھر دیر کردی تم نے...... معلوم نہیں تھا میٹنگ میں جانا ہے......

آرتی : انھیں آفس جانے میں دیر ہوگئی، ڈیڈی —

بوس : اس کے جانے سے تمھارے آنے کا کیا تعلق ہے—؟

بوس اپنی بڑی سی کرسی پر بیٹھے تھے۔ ہاتھ
میں ایک کتاب تھی۔ دیوار پر گاندھی جی کی
تصویر لگی ہوئی تھی۔

آرتی : ناشتہ، وغیرہ...... کرا کے آتی ہوں نا...... نہیں تو وہیں ہوٹل میں جاکے ناشتہ کریں گے!

بوس : کیوں بندا نہیں ہے گھر پر؟

آرتی : بندا ہے...... لیکن ناشتہ مجھے خود ہی کھلانا پڑتا ہے۔

بوس : اوہ...... کیا ہاتھ سے کھلانا پڑتا ہے؟ ...... بچہ ہے ابھی؟

آرتی : نہیں ڈیڈی...... لیکن بچپنا بہت ہے جی...... بچّوں کی طرح اُدھم مچایا کرتے ہیں گھر میں......

21

جے.کے. باتھ روم میں سے نہا کر نکلا، بڑا
دُکھی تھا، پائے جامے کا ناڑا نکل گیا تھا اور وہ ڈال
نہیں پا رہا تھا۔ پائے جامہ لے کر وہ آرتی کے پاس
آیا جو کچن میں کچھ کام کررہی تھی

جے.کے. : آرتی بہت "Try" کیا...... Sincerely try کیا پر یہ ہو نہیں رہا ہے۔ ڈال دو نا ناڑا—

غصّے سے آرتی بولی—

آرتی دیوی : اُف ہو ...... ایک تو آپ کے ناڑے نے پریشان کر رکھا ہے۔

رسّی پکڑ کر پہاڑ چڑھ جاتے تھے اور......

فریج سے دو انڈے نکالے تو، جے.کے. بچوں
کی طرح اس کے پیچھے — پیچھے پائے جامہ اور
ناڑا لیے ہوئے آگیا.

آرتی : ایک ناڑا پائے جامے میں نہیں ڈال سکتے ہیں۔

جے.کے. : دیکھو پہاڑ چڑھنا اور پائے جامے میں ناڑا ڈالنا یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔

آرتی چولہے کے پاس گیس جلانے لگی. بات
بھی سنتی جارہی تھی

جے.کے. : ہاکی کھیلتے ہوئے، میں گول تو مار سکتا ہوں...... لیکن سوئی میں دھاگا نہیں ڈال سکتا...... اس کا مطلب یہ نہیں ہوا ......

آرتی : کچھ نہیں ہوسکتا تم سے!

آرتی نے گیس بند کیا اور جے.کے. سے پائے
جامہ اور ناڑا دونوں لے لیے

آرتی : دیجیے پائے جامہ دیجیے......

جے.کے. : دیکھو یہ مت کہنا...... کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ ...... ایسی کویتا لکھ سکتا ہوں کہ تم جھوم کر دوبارہ شادی کرنے کو تیار ہو جاؤگی...... سناؤں......؟

آرتی : نہیں......نہیں...... مجھے اور بہت کام ہے۔

جے.کے. : مثلاً...... ایسے اور کون سے کام ہیں جو میری کویتا سے زیادہ Interesting ہیں۔

آرتی : یہی آپ کے پائے جامے میں ناڑا ڈالنا —

جے.کے.: ارے ...... بھگوان ...... کہاں میری کویتا اور کہاں ناڑا، ساری امیج
خراب کر دی...... لاؤ

جے.کے. پائے جامہ لے کر چلا گیا

22

بِندا کاکا کچن میں آئے تو— آرتی نے، دبی
آواز میں انھیں بُلا یا اور کہا.

آرتی: بِندا کاکا—

بِندا: کیا بات ہے—

آرتی نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیا ہے جس پر کچھ
لکھا تھا

آرتی: جلدی سے یہ تار دے آؤ!

بِندا: تار......؟ کس کے نام؟

آرتی: تمھارے صاحب کے نام...... ہوٹل......

بِندا حیران رہ گیا

آرتی: دوپہر کی ڈیوٹی ہے نا...... دو گھنٹے میں مل جائے گا ......

بِندا ہنس کر کہتا ہے—

بِندا: ارے صاحب تو یہاں کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں...... تار دینے
کی کیا ضرورت ہے۔

آرتی نے دھیرے سے چپ رہنے کو کہا

آرتی : سن لیں گے...... انھیں پتا نہیں چلنا چاہیے...... جلدی جاؤ...... کاکا......

بِندا کاکا چلا گیا۔

23

جے.کے. ہوٹل کے ریسپشن پر تھا اور فون پر کسی سے بات کررہا تھا — تبھی پاس کھڑا اس کا ساتھی بولا

کلرک : گڈ مارننگ...... یار تیرا تار آیا ہے

جے.کے.نے "تار" ہاتھ میں لیا اور چونک پڑا۔

جے. کے. : اوہ......نو......

کلرک : کیا ہوا ...... کیا بات ہے......؟

ہنستے ہوئے

جے.کے. : یا my wife has got classic sense of humor. میں باپ بننے والا ہوں......

کلرک : باپ بننے والے ہو......؟

خوش ہوکر ہاتھ ملایا جے.کے. سے

کلرک : کنگریچولیشن...... لیکن اس میں سینس آف ہیومر والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

جے.کے. : یار...... یہی بات مجھے گھر پہ بھی بتا سکتی تھی— ٹیلی گرام بھیجا ہے—!

دونوں ہنس پڑے

جے.کے. : ایک کام کر......

کلکرک : بولو ......

جے.کے. : تو بھی ایک ٹیلی گرام بھیج دے...... سب سے پہلے اُسے کنگریچولیشن کرنا...... اور پھر لکھنا میں رات ٹھیک ساڑھے نو بجے گھر پہنچ رہا ہوں...... تب تک لڑکا تیار چاہیے......

دوست یہ سن کر ہنس پڑا جے.کے. کی اس بات پر......

کلرک : ارے آج کے آج پیدا ہوجائے گا کیا؟...... نو مہینے لگتے ہیں پیدا کرنے میں......!

جے.کے. : You do not know my wife یار...... وہ مہینوں کا کام دنوں میں کرتی ہے......

She does it like that ......

چٹکی بجا کر بتاتا ہے

24

ایک کمرہ خوبصورت سجا ہوا۔ ایک چھوٹا

سا کھلونا تالی بجا رہا تھا۔ آرتی لیٹی ہے اور اس
کے بغل میں ان کا بچہ لیٹا تھا۔

جے.کے. نے کھلونا اٹھاتے ہوئے کہا

جے.کے. : بس......بس......

آرتی : کچھ نام سوچا ہے بیٹی کے لیے......؟

کچھ سوچ کر بولا

جے.کے. : منورما......

آرتی : چھی......اُس موٹی کا خیال آتا ہے...... مجھے اچھا نہیں لگا......

جے.کے. : پورا نام لے کر تھوڑا ہی بلایا کریں گے...... چھوٹا سا بلائیں گے......من......

آرتی : وہ تو بہت چھوٹا ہے......

جے.کے. : دو بار بلایا کریں گے......من......من......

آرتی : اونہہ...... لگتا ہے کوئی گھنٹی بجا رہا ہے

جے.کے. : (ہنستے ہوئے) تو پھر منّو بلایا کریں گے!

25

آرتی اور جے.کے. ماضی سے واپس لوٹ آئے۔

آرتی نے پُوچھا۔

آرتی : منّو کو ہاسٹل کب بھیجا؟

جے.کے. : تین سال ہو گئے...... بڑے...... اچھے اچھے توتلے خط لکھتی ہے
وہاں سے—

آرتی : دس سال کی ہوگئی ہوگی—!

جے.کے. : ہاں .Dec میں گیارہ پورے کرے گی—!

پھر سے دونوں میں خاموشی چھا گئی۔ آرتی
دیوی نے چائے کی کیتلی چھو کر دیکھا

جے.کے. : ٹھنڈی ہے اور منگا دوں......؟

آرتی : نہیں...... اب میں چلوں......

اور یہ کہتے ہُوے آرتی چلنے کے لئے کھڑی
ہوگئی

پاس پڑی شال اُٹھا کر جے.کے. نے آرتی کو
اڑھا دی۔ دونوں وہاں سے باہر کے گیٹ کی طرف
بڑھ گئے۔ باہری گیٹ پر آرتی نے کہا۔

آرتی : تم ٹھہرو، میں چلی جاؤں گی......

جے.کے. : چلو میں پہنچا دیتا ہوں......

آرتی : نہ چلو تو اچھا ہے...... میں نہیں چاہتی لوگ جانیں ہمارے بارے
میں......

جے.کے. : ہاں...... ہاں...... میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ صبح اسی لیے تم سے
ملنے نہیں آیا...... لیکن...... ٹھیک ہے......

آرتی دیوی اپنے کمرے کی طرف اکیلی چلی

گئی۔ جے.کے۔ وہیں کھڑا اُس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

26

چندرسین اپنے آفس میں داخل ہوا اور......
اپنی پارٹی کے کارکن کو آواز دی —

چندرسین : کرتار......

کرتار : جی......

چندرسین : ہمارا اخبار نکالنے کے لیے کورٹ سے Declaration لے لیا........؟

کرتار : جی ہاں سب کچھ تیار ہے — اور دیکھیے آج تو ''زمانہ'' کا بلاک بھی بن کر آگیا۔

چندرسین : اچھا نام ہے''زمانہ'' ...... گیانی سے میری بات ہوئی ہے، لیکن کوئی بھروسہ نہیں اس کا ...... ان اخبار والوں کو بھی عقل کی بڑی بیماری ہوتی ہے۔ سوچنے سے باز نہیں آتے ہیں۔ اگر گیانی نے گڑبڑ کی تو اُسی دن سے ہم اپنا "زمانہ" شروع کردیں گے —

کرتار : اس کے لیے Funds کی بہت ضرورت پڑے گی...... اور اتنا پیسہ —؟

چندرسین : دیکھو اس کے لیے بھی میں اگروال سے بات کروں گا۔ اگر ان

کی پیپر ملز سے پیپر کریڈٹ پر مل جائے...... تب تو کوئی مشکل نہیں ہوگی......

کرتار : جی نہیں پھر تو کوئی مشکل نہیں ہے......

چندرسین : اچھا، یہ گیانی کا پیپر ہے نہ، ''وطن'' اس کا پیپر کون سپلائی کرتا ہے۔

کرتار : جی میرا خیال ہے، اگروال مِل ہی سپلائی کرتا ہے۔

چندرسین : اگر ایسی بات ہے، تب تو گیانی کوئی گڑبڑ نہیں کرے گا، بے فکر رہو...... دیکھتا ہوں...... اس بار کس کی نیوز چھپتی ہے فرنٹ پیج پر میری یا آرتی دیوی کی؟

27

آرتی دیوی اپنے کاریہ کرتاؤں کے ساتھ کسی
میٹنگ پر جارہی تھیں۔
سر پہ پلّو اور آنکھوں پر کالا چشمہ لگائے
جب ایک ممبر نے کہا۔

بلدیو : آرتی دیوی ...... میرا خیال ہے، پولس کا انتظام کیے بغیر، آپ کو جانا نہیں چاہیے ......

آرتی : (مسکراتے ہوئے) آپ کو ڈر لگتا ہے؟

بلدیو : نہیں! میرا مطلب ہے ...... پھر بھی ٹھیک رہتا — کہیں دنگا ہو

جائے، فساد ہو جائے، چندرسین کا اس علاقے میں کافی زور ہے ...... اور اُس کے آدمی کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

للّو لال نے جو اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے، کار کے پیچھے مڑ کر دیکھا ...... شہر کے الگ الگ راستوں سے کاروں کا قافلہ جارہا تھا۔ چندرسین کا علاقہ ہونے کی وجہ سے ''چندرسین زندہ باد'' کے نعرے لگ رہے تھے۔

ووٹ فار چندرسین

ووٹ فار چندرسین

چندرسین کی پارٹی کے لوگ آرتی دیوی کے قافلے کے سامنے سے اپنی جیپوں پر گزرتے نعرے لگاتے ہوئے

جیتے گا بھائی جیتے گا

چندر سین جیتے گا

یہی نعرے چاروں طرف گونج رہے تھے۔

آرتی دیوی کی کار آگے بڑھی— سڑک کو پتھروں اور لکڑیوں سے بند کر رکھا تھا— اوپر سے چندرسین کے نعرے لگ رہے تھے۔ آرتی دیوی کی کار رُک گئی۔ للّو لال گاڑی سے نکلے اور اپنے پارٹی ورکرز کو بلایا۔ سڑک صاف کرنے کے لیے......

پبلک آرتی دیوی مردہ باد کے نعرے لگانے لگی۔
قافلہ آرتی دیوی کا تھوڑا اور آگے بڑھا۔ پھر سڑک پر رکاوٹ کے لیے پتّھر- لکڑی جھاڑ وغیرہ پڑے نظر آئے۔ آرتی دیوی کی کار ایک جگہ رُک گئی

چاروں طرف نعرے سنائی پڑنے لگے۔

پنچھی اڑ جا......!

پنچھی اڑ جا......!

للّو لال کار سے باہر نکلے اور آرتی دیوی سے کہا......

للّو لال : میڈم، یہ راستہ بلاک ہے...... ایسے بلاکڈ آگے اور بھی ملیں گے۔

آرتی دیوی : کوئی بات نہیں ۔ پیدل چلیں گے...... میٹنگ اٹینڈ کرنا بہت ضروری ہے۔

سبھی لوگ آرتی دیوی کے ساتھ پیدل چل پڑے۔ کاروں کا قافلہ وہیں رک گیا......

ایک بھیڑ جو ساتھ چل رہی تھی اُس نے گانا شروع کردیا۔

آرتی ماں مانتی،
کہنا کیوں نہیں مانتی ،
پاٹھ شالہ میں چھٹی ہوگئی،
بستہ کیوں نہیں باندھتی

بستہ کیوں نہیں باندھتی

بستہ کیوں نہیں باندھتی

بھیڑ آرتی دیوی کے پیچھے چلنے لگی، اور تالیوں کی تال پر گانے لگی۔

سلام کیجیے عالی جناب آئے ہیں

یہ پانچ سالوں کا دینے حساب آئے ہیں

آ سلام کیجیے

آ سلام کیجیے

آ سلام کیجیے...... عالی جناب آئے ہیں

ہمارے ووٹ خریدیں گے ہم کو انّ دے کر

یہ ننگے جسم چھپا دیتے ہیں کفن دے کر

یہ جادوگر ہیں، یہ چٹکی میں کام کرتے ہیں

یہ بھوک پیاس کو...... باتوں سے رام کرتے ہیں

ہمارے حال پہ لکھنے کتاب آئے ہیں

سلام کیجیے...... عالی جناب آئے ہیں

یہ پانچ سالوں کا حساب دینے آئے ہیں

ہماری زندگی اپنی ہے آپ کی تو نہیں

یہ زندگی ہے غریبی کی، پاپ کی تو نہیں

یہ ووٹ دیں گے مگر اب کے یوں نہیں دیں گے

چناؤ آنے دو ہم آپ سے نپٹ لیں گے

کہ پہلے دیکھ لیں کیا انقلاب لائے ہیں؟

سلام کیجیے عالی جناب آئے ہیں

یہ پانچ سالوں کا دینے حساب آئے ہیں

آرتیؔ دیوی رُکیں نہیں تو گانے کے بیچ میں ہی پتھربازی شروع ہوگئی۔ ایک پتھر آرتی دیوی کے ماتھے پر لگا۔ اور خُون نکل آیا۔ للّو لال نے گاڑی منگوائی اور آرتی دیوی کو کار میں بٹھا کر نِکل گئے۔ آرتی دیوی ہوٹل کے اندر گئیں تو گروسرن نے آکر للّولالسے کہا۔

گروسرن : جلدی کسی ڈاکٹر کو بلایئے —

للّو : بھیّے، پہلے پریس کو تو پہنچنے دو— بلانا ہے تو کسی فوٹوگرافر کو بلاؤ— یہ بھیّا

ایک پارٹی کے ورکر کو پاس بُلایا

للّو : یہ...... بھیّے ہوٹل والوں کو کہو کسی ڈاکٹر کو بھیج دیں ...... بھیّے ذرا اڑنے دو نہ خبر کو...... آگ لگی ہے، اب اُسے ہوا دو...... جلنے دو بھڑکنے دو...... خواہ مخواہ چھینٹے مار مار کے دھواں دھواں کر دو گے— اور اپنی آنکھیں خراب کرلو گے۔

28

امرت جے.کے. کا سہایک تھا۔ جے.کے. کے پاس اس کے کیبِن میں پہنچا۔

امرت : سر— آرتی دیوی زخمی ہوگئی ہیں!

یہ سن کر جے.کے. گھبرا گیا۔

امرت : چندرسین نے پتھر مارے—!

جے.کے. : چندرسین نے—؟

امرت : جی میرا مطلب ہے چندرسین کی پارٹی نے...... وہ قادرپور میں میٹنگ اٹینڈ کرنے گئی تھیں...... اپوزیشن والی پارٹی نے پتھر پھینکنے شروع کردیے اور سنا ہے وہ کافی گھائل ہوگئی ہیں......

جے.کے. : اس وقت کہاں ہیں...... وہ......

امرت : اُوپر، اپنے کمرے میں—

جے.کے. فون کی طرف بڑھتا ہے کچھ سوچ کر رک جاتا ہے اور کہتا ہے

جے.کے. : تم جلدی سے ڈاکٹر گوکھلے کو لے آؤ—

امرت : یس سر—

جے.کے. : میری گاڑی لے جاؤ......

جے.کے. ٹیلی فون کے پاس جاتا ہے، اُٹھایا— ڈائل کرنا چاہا پھر کچھ سوچ کر رُک گیا۔

29

[پریس والے اپنی اپنی کاروں سے آشیانہ ہوٹل پہنچنے لگے۔ جہاں آرتی دیوی رہ رہی تھیں۔

جے.کے. بھی ملنے کے لیے آرتی دیوی کے پاس
پہنچے۔

آرتی دیوی کے کمرے کے باہر گروسرن نے
پارٹی کے آدمی کو سمجھایا۔

گروسرن : سنو...... اندر پریس کانفرنس چل رہی ہے، کسی کو اندر نہیں جانے دینا—

جے.کے. آرتی دیوی کے کمرے کے باہر پہنچا۔
پارٹی کے آدمی نے منع کردیا۔

جے.کے. : میں ذرا...... آرتی دیوی کو ایک منٹ کے لیے دیکھنا چاہتا ہوں؟

آدمی : آپ کہاں سے آئے ہیں؟

جے.کے. : میں اس ہوٹل کا منیجر ہوں......

آدمی : دیکھیے...... آپ تھوڑی دیر بعد آکر مل لیجیے ابھی وہ پریس کے ساتھ بزی ہیں۔

جے.کے. : صرف ایک منٹ کے لیے —

آدمی : پلیز [ہاتھ جوڑ کر] ڈسٹرب مت کیجیے

کچھ سوچ کر جے.کے. وہاں سے چلا گیا۔

30

اندر کمرے میں آرتی دیوی پریس والوں سے
بات کر رہی تھیں۔ ان کے ماتھے پر پٹّی بندھی تھی

جس سے خون جھلک رہا تھا، خون کی کچھ
بوندیں ان کے بلاؤز پر بھی پڑی تھیں۔

آرتی دیوی : جنتا کو کیا ضرورت ہے مجھ پر یا کسی بھی امیدوار پر پتھر پھینکے؟...... پتھر وہ اٹھاتے ہیں جنھیں دوسروں کی شکتی سے ڈر لگتا ہے، جو ڈرپوک ہوں— جنھیں اپنے آپ پر بھروسا نہ ہو۔ جنتا کیوں پتھر اٹھائے گی؟ جنتا کے ہاتھ میں تو بہت بڑی طاقت ہے، بہت بڑی شکتی ہے، ووٹ کی۔ جسے وہ پسند نہ کرے، اُسے بغیر کچھ کہے نکال کر باہر کر سکتی ہے......

پریس : آپ کے خیال میں یہ کام چندرسین کا ہے یا گُل شیر خان کا؟

آرتی دیوی : یہ کام نفرت کا ہے، چھوٹے پن کا ہے، اور کسی کا نہیں ہے۔

پریس : یہ نفرت جنتا کی نہیں ہوسکتی ہے؟

آرتی : اگر جنتا کو مجھ سے نفرت ہوتی تو...... ایک لاکھ کی جن سنکھیا اُس کڑی دھوپ میں، اس میٹنگ میں نہ پہنچتی۔ جہاں چار گھنٹے تک، میرا انتظار کرنے کے بعد، انھیں مایوس نراش واپس لوٹنا پڑا۔ اگر جنتا کو مجھ سے نفرت ہے، تو مجھے ہٹانے کے لیے، انھیں مجھ سے اجازت نہیں لینی پڑے گی۔ جنتا کام اور کرتویہ دونوں جانتی ہے۔ کام اور کرتویہ اُنھیں سیکھنا پڑے گا، جنھیں ڈیموکریسی پر بھروسا نہیں رہا، جو اینٹ اور پتھر سے اپنا چناؤ کروانا چاہتے ہیں۔

پریس : Violence is not part of Politics?

آرتی دیوی : Certainly, it is part of bad Politics.

پریس : کہتے ہیں محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے؟

آرتی : جی ہاں بالکل صحیح...... میں صرف اتنا ہی پوچھنا چاہوں گی اپنے وِرودھی بھائیوں سے، کہ ہم الیکشن لڑ رہے ہیں یا جنگ— اگر یہ جنگ ہے، تو غلیل اور پتھر جیسے پُرانے Prehistoric ہتھیار کیوں استعمال کر رہے ہیں ؟ بندوق اور توپیں کیوں نہیں استعمال کرتے ؟...... اگر یہ جنگ نہیں، محبت ہے، تو اس پیار بھری نشانی کے لیے میرا شکریہ ان تک پہنچا دیجیے۔

سبھی پریس والے یہ سن کر ہنس پڑے،
تبھی للّو لال جی ڈاکٹر کو لے کر آگئے......

للّو لال : دیوی جی — آپ اپنے آپ پر زیادہ اسٹرین مت ڈالیے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو لے کر آیا ہوں ...... آپ پٹّی بندھوا لیجیے —

آرتی دیوی پریس والوں سے اجازت لے کر
اپنے پرسنل کمرے میں چلی گئیں......

آرتی : Excuse me....

للّو : [ڈاکٹر سے] آپ بھی جایئے......

آرتی دیوی جیسے اپنے پرسنل کمرے کے
دروازے پر پہنچیں۔ ویسے ہی ایک پریس والے نے
ایک سوال پوچھا

پریس : Excuse me, one more question please?

آرتی : [رک کر] یس ؟

پریس : یہ جو دُرگھٹنا ہوئی ہے..... اس کے لیے آپ کسے دوش دیں گی؟

آرتی : یقیناً یہ دوش قسمت کا نہیں ہے — اور نہ ہی ان پتھروں کا ہے، جو چپ چاپ راستے پر پڑے تھے، اور اچانک اٹھ کر میرے سر پر برسنے لگے۔ یقیناً کچھ ہاتھ انھیں اٹھانے کے لیے بڑھے ہوں گے، کچھ ہاتھ انھیں پھینکنے کے لیے لہرائے بھی ہوں گے ..... لیکن اُن ہاتھوں کو تھامنا یا انھیں کاٹ کر پھینک دینا، میرا کام نہیں ہے..... جنتا کا ہے.....!

31

ایک اخبار ٹیبل پر آکر گرا۔ جس کے "فرنٹ پیج" پر آرتی دیوی کی فوٹو چھپی تھی۔

ماتھے پر..... پٹّی بندھی تھی..... چندرسین اپنے پارٹی ورکرز کو کہہ رہا تھا

چندرسین : پڑھا اسے ..... "آرتی بلیمس اپوزیشن! ..... My foot

غصّے میں چندرسین شیر کی طرح دہاڑتا ہوا اپنے آفس میں چہل قدمی کرنے لگا

چندرسین : جیسے کہ، ہم نے پتھر پھینکے ہیں، ..... اور گیانی کو دیکھو..... پھر فرنٹ پیج پہ تصویر چھپی ہے، اس عورت کی۔

کرتار : میرا تو خیال ہے، آپ بھی ایک پریس کانفرنس بلائیے اور اپنی پوزیشن صاف کر لیجیے۔

چندرسین : میں —؟

کرتار : جی ہاں—

چندرسین : پریس کانفرنس بلاؤں؟

کرتار : جی ہاں......

چندرسین : اپنی صفائی دینے کے لیے......؟

کرتار : ہاں...... ہاں جی......

چندرسین : یعنی کلہاڑی نہیں لگی پاؤں پر...... تو پاؤں کلہاڑی پر دے ماروں...... ہیں؟—

پارٹی کا آدمی: لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ دنگا ہم نے کرایا

چندرسین : یہی بات تو وہ سب لوگوں پر ثابت کرنا چاہتی ہے کہ شانتی پریہ، نیتا تو ایک صرف وہی ہے، ہم سب تو گینگسٹر ہیں، غنڈے ہیں۔ ڈیموکریسی، تو صرف، ایک وہی جانتی ہے— ہم سب تو اَن پڑھ ہیں۔

کرتار : لیکن یہ دنگا ہوا کیسے—؟

پارٹی کا آدمی : جنتا نے خود کیا ہوگا۔

چندرسین سمجھاتے ہوئے

چندرسین : دیکھیے صاحب، جنتا خود کبھی کچھ نہیں کرتی۔ جب تک کوئی شہہ دینے والا نہ ہو۔

کرتار : اس کا مطلب تو، یہ ہوا کہ، یہ سب گل شیر خان نے کیا ہوگا......؟

چندرسین : اور کیا...... ایسے ایسے اناڑی چلے آتے ہیں پولیٹکس میں...... اور

مصیبت ہمیں بھگتنی پڑتی ہے۔ اس گیانی کو تو میں دیکھ لوں گا۔
پھر فرنٹ پیج پر تصویر چھاپی ہے۔

32

آرتی دیوی اپنے ہوٹل کے کمرے میں للّولال کے
ساتھ بیٹھی تھیں آرتی دیوی نے کہا۔

آرتی دیوی : اگر آنکھ میں لگ جاتی تو......؟ تر

للّولال : کیسے لگ جاتی؟...... مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ! ایسے کاموں کے لیے Expert لوگ رکھنے پڑتے ہیں اور پھر دیوی جی اس دیش میں زندہ لوگوں کی اتنی قدر نہیں ہوتی، جتنی شہیدوں کی قدر ہوتی ہے۔ اسی لیے تو پتھراؤ کروایا تھا۔ کچھ خون کے چھینٹے اڑیں گے تو لوگوں کو آپ سے ہمدردی ہوگی اور اخباروں میں ہیڈ لائن مل جائے گی—

آرتی دیوی : آپ بھی کافی Expert لگتے ہیں!

للّولال : ہاں...... آج تک 23 الیکشن لڑ چکا ہوں ایک نہیں ہارا......

آرتی دیوی : 23 — تئیس

للّو : ہوں...... ہوں......

آرتی دیوی : کل پانچ تو جنرل الیکشن ہوئے ہیں...... اب تک......

للّولال : اجی یہ تو ...... پانی پت کی لڑائی ہے...... بیچ میں چھوٹی موٹی بٹیر بازیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے میونسپل الیکشن، پنچایت پردھان الیکشن، ٹریڈ یونین کے الیکشن، ایسے موقعوں پر یہی لوگ تو کام آتے ہیں۔

تبھی فون کی گھنٹی بجی۔ آرتی دیوی نے خود اُٹھایا—

آرتی دیوی : ہیلو—

[دوسری طرف جے.کے. فون کی لائن پر تھے]

جے.کے. : آرتی......

آرتی : [پہچان کر] ذرا آپ ہولڈ کیجیے— !

للّولال سے

آرتی : آپ گروسرن جی سے پروگرام طے کر لیجیے، وہ نیچے آفس میں گئے ہیں...... آئیں گے تو میں پوچھ لوں گی......

للّولال : اچھی بات ہے...... نمستے......

نمستے کر کے للّو لال کمرے سے باہر چلے گئے

اور آرتی دیوی فون پر لوٹیں۔

آرتی دیوی : ہیلو......

جے.کے. : کل تم سے ملنے کی بہت کوشش کی لیکن...... کافی رات تک تم مصروف تھیں —

آرتی : ہاں...... بہت Visitors تھے

جے.کے. : اب طبیعت کیسی ہے—؟

آرتی : کوئی فکر کی بات نہیں...... بہت معمولی سی چوٹ آئی ہے...... شام تک نشان بھی نہیں رہے گا—

جے.کے. : لیکن پیپروں میں تو بہت کچھ لکھا ہے —

آرتی : اُس پر مت جانا...... ہوا کچھ زیادہ ہی دی گئی ہے۔ تم تو جانتے ہو...... کیوں......

جے.کے. نے کرسی پر پیچھے ٹیک لگالی......

جے.کے. : ہاں جانتا ہوں......

آرتی : گروسرن جی سے پتا چلا تم کل آئے تھے...... چودھری صاحب نے ملنے نہیں دیا...... گروسرن جی پہچانتے ہیں تمھیں—

جے.کے. : آج دوپہر کو تم مل رہی ہو نا...... بندا تمھارے لیے ساگ بنا رہا ہے...... تمھیں پسند ہے نا......؟

آرتی : دوپہر کو میں نہیں رہوں گی...... لیکن رکھوا دینا، رات کو تمھارے ساتھ کھانا کھا سکتی ہوں۔

جے.کے. : ہاں...... کیوں نہیں۔ کب آؤ گی؟

آرتی : ہوں...... ہوں...... [یہ کہتے کہتے آرتی کی آنکھیں بھر آئیں]

آرتی : گھر پر ہی کھاؤں گی ...... میں جب تک یہاں ہوں بندا کاکا سے کہہ دینا— گھر پر ہی کھایا کروں گی۔

یہ کہتے کہتے آرتی دیوی اپنے آنسو روک

نہیں پائیں ...... اور فون رکھ دیا اور اُداس من سے
دوسری طرف جے.کے. نے بھی فون رکھ دیا۔

33

ہوٹل کے گارڈن میں آرتی دیوی کی پارٹی چل
رہی تھی ۔ جے.کے. لوگوں کو وِش کرتے ہوئے پارٹی
میں داخل ہُوئے۔ ایک اجنبی کی طرح جے.کے.نے آرتی
دیوی کو بھی وِش کیا۔

جے.کے. : گڈ اوینگ — گڈ اوینگ
آرتی سے

جے.کے. : ہیلو میڈم How are you?
[اپنے کو سنبھالتے ہوئے بولیں]

آرتی : I am fine, thank you.

جے.کے. : How is the Head, I mean the injury in the head.

جے.کے نے جھُک کر زخم کو بغور دیکھا

جے.کے. : یہاں کنپٹی پہ لگی تھی......؟

آرتی : نہیں...... لگی سر پہ تھی...... یہاں ذرا کٹ گیا تھا۔
اور ہاتھ سے دِکھایا۔

جے.کے. : پھر بھی تمھیں جانا نہیں چاہیے تھا...... ایسی جگہ پہ......

آرتی : کیا کرتی؟...... کام ہی ایسا ہے......

جے.کے. : ہاں...... میں جانتا ہوں......

جے.کے. دوسرے لوگوں سے، جو وہاں بیٹھے تھے۔ اُن سے نظر چھپا کر بات کررہے تھے...... بیچ میں اِدھر اُدھر بھی دیکھ لیتے تھے، تاکہ خوامخواہ کسی بدنامی کا باعث نہ بن جائیں۔

جے.کے. : رات کو گھر پہ آرہی ہو نا — کھانا کھانے؟

آرتی : ہاں...... جلدی فری ہوگئی تو...... کھانا آکر پکاؤں گی۔

جے.کے. : اچھا — آتا ہے ابھی تک......؟

آرتی : تو کیا سمجھتے ہو......

جے.کے. : ٹھیک ہے رات کو دیکھیں گے......

اتنا کہہ کر...... جے.کے. جیسے آگے بڑھے اُن کے پیروں سے شراب کا گلاس لگا اور وہ گر گیا۔ جے.کے. نے آرتی دیوی کی طرف دیکھا ......

جے.کے. : — I am sorry دوسرا بنا دوں......؟

آرتی : مجھے نہیں چاہیے!...... ان لوگوں نے رکھ دیا تھا میں نے منع کیا......

جے.کے. نے پھر ایک پُرانے واقعے کی یاد دلائی

جے.کے. : کوکا کولا بھجوا دوں......؟

آرتی : کون سا کوکا کولا؟

جے.کے. : وہی...... جو پہلی بار پی کے ملی تھیں......

آرتی : تمھیں یاد ہے اب تک

جے.کے. : پہلی ملاقات کوئی بھولتا ہے کبھی—!

34

آرتی دیوی شادی سے پہلے، جے.کے. کے ہوٹل میں، رات کے وقت لڑکھڑاتے ہوئے پہنچی تھی۔ اور ریسپشن پر کھڑے جے.کے.نے آرتی کو دیکھ کر پُوچھا۔

جے.کے. : یس—؟

آرتی : [نشے میں] Can I get a room here

جے.کے. : Want a single room or double room?

آرتی : I want a room!

نشے میں آرتی دیوی نے اپنا ہاتھ ریسپشن کی ٹیبل پر مارا — جے.کے. اس کو ایسی حالت میں دیکھ کر سمجھ گیا کہ میم صاحب نے کچھ زیادہ ہی پی رکھی ہے

آرتی : Give me......

جے.کے. نے آرتی کے ہاتھوں کو پکڑ لیا جسے وہ ریسپشن کی ٹیبل پر مارنے والی تھی

جے.کے. : — .Room کمرہ چاہیے آپ کو ...... ٹھیک ہے ...... ہاتھ کیوں
توڑ رہی ہیں......؟

جے.کے. چابی اُٹھانے کے لیے مُڑا تو اس کے
ساتھی نے بتایا

کلرک : جے.کے. ! معلوم ہے، یہ کون ہے؟

جے.کے. : کون؟

کلرک : آرتی...... میئر صاحب کی بیٹی......!

یہ سن کر جے.کے. نے آرتی کو دھیان سے دیکھا

جے.کے. : میئر کی بیٹی؟ کے بوس کی؟ تمھیں کیسے معلوم؟

کلرک : ہوں...... ان کے ساتھ کئی بار دیکھا ہے، میٹنگ میں...... وہی ہے......

35

جے.کے. آرتی کو لے کر ہوٹل کے کمرے میں
چلا گیا، سنبھال کر...... آرتی بڑبڑائی......

آرتی : They played fool game with me.

How can I go home like this.

آرتی کچھ ہوش میں رہنے کی کوشش کررہی تھی

آرتی : کار کہاں ہے......؟

جے.کے. : کار—؟ کس کی کار......؟

آرتی : میری Fiat Car؟

جے.کے. : وہ نیچے ہوگی!...... آیئے ......

آرتی : اُوپر لاؤ......؟

جے. کے. : کار......؟

آرتی : ہاں......!

جے.کے. : اوپر لاؤں......؟

آرتی : ہاں......!

جے.کے. : کیسے—؟

آرتی : ٹرے میں لے کر آؤ—

36

تھوڑی دیر بعد، جے.کے. کو ویٹر نے خبر دی۔ آرتی دیوی کے کمرے سے پانی باہر بہہ رہا ہے۔ جے.کے. نے ڈُپلیکیٹ چابی لی اور کمرے میں پہنچا۔ باتھروم میں جاکر نل بند کیا اور دیکھا۔ باتھ ٹب میں آرتی دیوی بے ہوش پڑی تھی...... یا سوئی تھی۔ اور کپڑے سارے کمرے میں بکھرے پڑے تھے۔

37

دوسرے دن صبح صبح جے.کے. آرتی کے کمرے میں پہنچا، ہینگر میں کپڑے پریس کروا کے..... آرتی دیوی چادر سے اپنے شریر کو ڈھک کر بیٹھی تھیں۔

دروازے پر جے.کے. نے گھنٹی بجائی۔ اندر سے آواز آئی۔

آرتی : Come in.

جے.کے. : گڈ مارننگ

اور ساڑی بلاؤز لے جا کر الماری میں ٹانگ دیئے۔

جے.کے. : آپ کے کپڑے اتار کر لے گیا تھا۔

آرتی : کس نے اتارے؟

گھبرا کے آرتی چادر سے اور لپٹ گئی

جے.کے. : جی.....؟

کچھ پوچھا آپ نے؟

آرتی : یہ کپڑے اُتارے کس نے—؟

جے.کے. : کہاں سے—؟ ..... آپ نے یہ نہیں پوچھا.........!

ٹیبل لیمپ جو پاس ہی گرا پڑا ہوا تھا ٹھیک کرتے ہوئے بولا

جے.کے. :	آپ اس بستر پر کیسے پہنچیں؟ ......کون اٹھا کر لایا......؟

آرتی :	کہاں سے لائے مجھے—؟

جے.کے. ہاتھ میں بلب لے کر Table Lamp
دیکھ رہا تھا کہ فیوز تو نہیں ہوگیا۔

جے.کے. :	باتھ روم سے— جس حالت میں آپ اِس وقت ہیں، اُسی حالت میں......

آرتی :	نو—!

جے.کے. :	یس—!

آرتی :	آپ—

آرتی کے چہرے پہ گھبراہٹ نمایاں ہُوئی، کہ
اس آدمی نے مجھے......

جے.کے. :	کل رات آپ نے زیادہ پی رکھی تھی...... دُھت حالت میں، کاؤنٹر پہ کمرہ مانگنے آئی تھیں...... کمرے میں آنے کے بعد، شاید نشہ اتارنے کے لیے آپ نہانے گئی ہوں، سارے نل-ول کھول کر، وہیں ٹب میں جاکر آپ انٹاگفی ہوگئیں...... جی ہاں اُسے سونا نہیں کہتے ہیں۔ اُسے کہتے ہیں، نشے میں بتّی بُجھ گئی ......گل ہوگئی۔

آرتی دیوی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔
اس کے پاس کہنے کو ایک لفظ بھی نہیں تھا

جے.کے. :	اور ایک کلرک سے پتا چلا کہ آپ کِس کی بیٹی ہیں ۔ اس لیے آپ کے گھر پہ...... خبر نہیں کی......

آرتی دیوی کی رُکتے رُکتے سانس میں
سانس آئی!

جے.کے. : اس لیے کہ آپ کے لیے شاید ٹھیک نہ ہو...... اب آپ کپڑے بدل لیجیے...... میرا مطلب ہے کپڑے پہن لیجیے، آئندہ اپنے ساتھ گاڑی میں ایک Extra جوڑا رکھیے۔

آرتی : I am sorry .... میں پیتی نہیں، کل ایک پارٹی میں، کسی نے شرارت کی میرے ساتھ — کوکاکولا میں ملا کر پلاتا رہا...... چار...... پانچ کوکا کولا پی گئی...... جب نشہ محسوس ہوا تو، میں وہاں سے نکل آئی...... لیکن گاڑی میں محسوس ہوا کہ گھر جانے جیسی حالت نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہاں جاؤں۔ گھبراہٹ میں چھپنا چاہتی تھی، اس لیے یہاں آگئی۔ گاڑی کھڑی کرنے تک تو، یاد ہے مجھے۔

جے.کے. : آپ اُسے گاڑی کھڑی کرنا کہتی ہیں ؟

آرتی : مطلب؟

جے.کے. : ایک پہیہ پٹری پر...... ایک گملے میں...... باقی دو جو سڑک پر تھے، اُن میں سے ایک پنکچر تھا۔

آرتی : اوہ — نو۔!

جے.کے. : یس—!

آرتی : اوئے (گھبراہٹ)

جے.کے. : Any way آپ کی گاڑی تیار کروا دی ہے۔ جب نیچے آئیں گی
تو دیکھ لیجیے گا۔

اتنا کہہ کر جے.کے. کمرے سے باہر گیا۔

38

جے.کے. اور آرتی ہوٹل سے باہر نکلے۔جے کے
اُنہیں کار تک پہنچانے آیا۔ کار کا دروازہ کھول
کر کہا۔

جے.کے. : یہ رہی آپ کی گاڑی...... اور وہ رہے ہمارے گملے...... بیچارے

آرتی : I am sorry [مسکرا کر]

جے.کے. : یہ رہی آپ کی گاڑی کی چابی!

آرتی : I am very very thankful to you.

جے.کے. : It's All Right Madam... میں بل بھجوا دوں گا۔

آرتی : اوہ...... میں......

آرتی پرس سے پیسے نکال کر دینا چاہتی
تھی۔ جے.کے. سمجھ گیا پیسے پرس میں نہیں تھے

جے.کے. : کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں...... آپ بھیج دیجیے گا اور آئندہ
پرس میں پیسے رکھا کیجیے...... ایسے وقت کے لیے کام آتے ہیں۔

ساری باتیں جے.کے. نے ہنسی مذاق ہی میں
کہہ دیں

آرتی : پھر ایسا کبھی نہیں ہوگا ......

جے.کے. ہنس دیا

آرتی : Really I mean it .....

جے.کے. نے ہاتھ بڑھایا اور وعدہ لیا

جے.کے. : پرومس—؟

آرتی نے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ پیش کیا

آرتی : پرومس—!

آرتی اپنی کار میں بیٹھ گئی — اور گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اپنا کارڈ نکال کر جے.کے. کو دیا......

آرتی : ......یہ میرا پتا ہے...... آپ گھر پر آیئے گا کِسی دن...... ضرور آیئے گا...... میں امیّد رکھوں گی......

آرتی گاڑی لے کر چلی۔ جے.کے. نے وہ کارڈ لے کر بغیر دیکھے، لاپرواہی سے پھاڑ کے پھینک دیا۔ آرتی نے گاڑی کے عقبی شیشے میں دیکھ لیا۔ فوراً ریورس کر کے جے.کے کے پاس پہنچ گئی

آرتی : معاف کیجیے گا...... وہ کارڈ آپ کو غلط دے دیا مجھے دیجیے تو......

جے.کے. : کارڈ— ارے ہاں......

جے.کے. گھبرا گیا اور جھوٹ موٹ اپنے کوٹ کی جیب میں دیکھنے لگا۔ آرتی نے تبھی دوسرا کارڈ نکال کر پیش کیا

آرتی : پھاڑیے گا نہیں...... مجھے جانے تو دیجیے Back-mirror میں نظر آتا ہے!

39

اُس واقعے کے بعد بھی جے.کے. اور آرتی دیوی الگ الگ جگہوں پر ایک دوسرے سے ٹکراگئے...... اور قریب آگئے. ایک دوسرے سے گھنٹوں فون پر باتیں کرتے ...... جے.کے. اپنی کویتائیں سناتا فون پر، جنھیں آرتی سنتی اور ان کویتاؤں میں اپنے آپ کو محسوس کرتی.

جے.کے. : آؤ تم کو اٹھا لوں کندھوں پر
تم اچک کر شریر ہونٹوں سے
چوم لینا یہ چاند کا ماتھا
آج کی رات دیکھنا تم بھی
کیسے جھک جھک کے کہنیوں کے بل
چاند اتنا قریب آیا ہے........!!

آرتی : بیوٹی فول— ونڈرفول

جے.کے.: اچھی ہے نا......

آرتی : بہت اچھی ہے۔

جے.کے. : پتا ہے— جب تم اچھی کہتی ہو تو بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

آرتی : تمھارے ساتھ یہ کویتا نہ ہوتی— تو بہت Ordinary آدمی ہوتے۔!

جے.کے. : کیسے نہ ہوتی—! بارہ سال کا تھا، جب مشاعروں میں پڑھنا شروع کر دیا تھا......

آرتی : تم نے سارے کام بارہ سال کی عمر میں ہی کر لیے تھے—؟

جے.کے. : ہاں، سارے کام، بارہ سال کی عمر میں کر لیے تھے— سوائے شادی کے—

آرتی : وہ کیوں نہیں کیا......؟

40

دونوں جے.کے. اور آرتی کسی پُرانی عمارت کے پاس بیٹھے ہیں. باتوں کا سلسلہ ویسے ہی چل رہا ہے

جے.کے. : تم جو نہیں ملیں ورنہ وہ بھی کر لیتا

آرتی : بچ گئے تم......نہیں تو کنوارے رہ جاتے......؟

41

اپھر جے.کے اور آرتی مختلف جگہوں پر
گھومتے گنگناتے نظر آئے۔

تم آ گئے ہو نور آ گیا ہے
نہیں تو چراغوں سے لَو جا رہی تھی۔
جینے کی تم سے وجہ مل گئی ہے
بڑی بے وجہ زندگی جا رہی تھی

42

آرتی کے پتا اے.کے. بوس اپنی بیٹی کو سمجھا
رہے تھے

بوس Bose : شادی کرنی ہے؟...... کیوں؟...... اتنی جلدی کیا ہے؟ کیا ہو جائے
گا شادی سے؟...... کہو...... کہو...... سمجھاؤ مجھے؟ جہاں تک میں
سمجھتا ہوں...... ہمارے ملک میں تقریباً اٹھائیس ہزار شادیاں روز
ہوتی ہیں، ان میں سے ایک شادی تمھاری بھی ہوگی۔ پھر آگے
کیا؟ فیوچر کا کیا ہوگا؟

آرتی پتا کے سامنے خاموش چپ چاپ کھڑی
ان کو سنتی رہی

کے. بوس : ہمارے یہاں جو برتن مانجھنے والی آتی ہے، اس نے بھی شادی کی ہے۔ اس کے بچے بھی ہیں، تمھارے بچے ہو جائیں گے، لیکن پھر...... پھر کیا۔ کیا یہی تمھاری زندگی کا مقصد ہے۔ یہی تمھاری ایمبیشن ہے...... I am very much disappointed my dear. You just want to be one of the million and million and million کریچرس۔ میری تمھارے ساتھ کتنی امیدیں تھیں...... میں چاہتا تھا کہ تم بہت اونچائی تک پہنچو، لیکن اب تم نے شادی کی جلدی میں......

بوس اپنی بیٹی آرتی کے قریب آئے آرتی خاموش کھڑی رہی

43

جے.کے. آرتی کو سمجھا رہا تھا

جے.کے. : نہیں...... نہیں مجھے شادی کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، اتنے سال رُکا ہوں، کچھ سال اور رُک جاؤں گا...... لیکن تم......؟

آرتی : مجھے تو ہے!......

جے.کے. : پھر—؟ پھر کیا کریں گے......

آرتی : شادی کریں گے......

جے.کے. : اور تمھاری لیڈری کا کیا ہوگا......؟

آرتی : وہ تم کرنا!

جے.کے. : (ہنس کر) اور تم کیا کروگی—؟

آرتی : تمھارے پلّے پڑی ہوں...... کچن میں پیاز کاٹوں گی۔

ناک کو رگڑتے ہوئے

آرتی : اور یہ کروں گی......

جے.کے. نے ہنس کر پوچھا

جے.کے. : اور کیا کروگی......

آرتی : تمھیں بور کروں گی—!

جے.کے. : وہ تو ظاہر ہے...... اور......؟

آرتی : تمھاری جان کھاؤں گی

جے.کے. : اور......

آرتی : بابا سب کروں گی...... کپڑے سِیوں گی...... آٹا گُوندھوں گی...... دال چھونکوں گی بس......

44

پچھلی یادوں کا تانتا ٹوٹا تو جے کے نے جیسے اپنے آپ سے کہا.

جے.کے. : ہوں...... بس......

آرتی دیوی سمجھ نہیں پائی

آرتی : کیا......؟

جے.کے. : کچھ نہیں......سوچ رہا تھا...... تم نے کہا تھا جب گھر آؤ گی تو کھانا خود پکاؤ گی۔

گھڑی دیکھ کر

جے.کے. : لیکن اب تک تو بندا کھانا پکا چکا ہوگا......

آرتی : دیر ہوگئی نہ...... نکلتے...... نکلتے......

جے.کے. : اچھا Last تم نے کھانا کب پکایا تھا—؟

آرتی : جب میں بارہ سال کی تھی......

جیسے ہی آرتی نے یہ کہا جے.کے. رک کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور زور سے دونوں ہنس پڑے۔

45

کچن میں آرتی دیوی چھونک لگاتی ہے اور ڈر کے پیچھے ہٹ گئی...... بندا جو پاس کھڑا تھا ہنس پڑا

بندا : یہ کیا کر رہی ہو بیٹی...... چلو چھوڑو...... اب تو دیش کی بڑی بڑی سمسّیا سلجھاؤ، کہاں دال وال چھونکنے میں لگی ہو— عادت بھی

چھوٹ گئی ہوگی یہ سب کرنے کی—

آرتی : کتنا کچھ چھوٹ گیا کاکا...... گھر چھوٹ گیا— لوگ بھی چھوٹ گئے......

بندا : یہ کیا کہتی ہو...... نا ملنے سے، کہیں رشتے چھوٹ جاتے ہیں—

بندا کھانا پروسنے کا انتظام کرنے لگا

بندا : وہ رشتہ ہی کیا، کہ ہاتھ چھوٹنے سے ٹوٹ جائے...... جاؤ صاحب کو بلا لاؤ— میں کھانا لگا دیتا ہوں......

آرتی ڈائننگ روم میں جانے لگیں۔ اور سوچنے لگیں اب کیسے بلائیں جے.کے. کو......

بندا نے دوبارہ کہا

بندا : ارے تم گئی نہیں ابھی تک!...... جاؤ بلا لاؤ...... کیا سوچ رہی ہو......؟

آرتی نے کچھ جھینپتے ہوئے پوچھا

آرتی : کیسے بلاؤں......؟

بندا : مطلب......

آرتی : تم کیسے بلاتے ہو......؟

بندا : میں تو صاحب کہہ کر بُلاتا ہوں...... تم صاحب تھوڑی ہی کہوگی......

آرتی : اچھا لوگ کیسے بلاتے ہیں انھیں ......

بندا : لوگ تو جے.کے. صاحب کہہ کر بلاتے ہیں۔ تم لوگ تھوڑی ہی ہو...... میں بلا لاؤں......؟

آرتی بڑے اسمنجس میں پڑ گئی اتنے برسوں بعد جے.کے. سے ملی تھی کس نام سے پکارے......

آرتی : نہیں...... کیا میں نہیں بلا سکتی !...... جاتی ہوں۔ میں بلا لوں گی......

اور آرتی اتنا کہہ کر کچن سے باہر چلی گئی۔

46

دوسرے کمرے میں جے.کے. بیٹھا پرانی البم دیکھ رہا تھا۔ تبھی آرتی دیوی آئی، اس کو بیٹھا دیکھ کر ہلانے کی کوشش کی۔ جب جے.کے. نے آرتی کی طرف دیکھا

آرتی : کھانا لگ گیا ہے—!

جے.کے. : ہوں...... چلو......

آرتی : کیا دیکھ رہے ہو......؟

جے.کے. : پرانا ایلبم دیکھ رہا تھا......

آرتی بھی وہیں بیٹھ گئی اور البم دیکھنے لگی......

آرتی : یہاں منّو بہت موٹی لگتی ہے؟

جے.کے. : باپ پر گئی ہے نا......

ایک فوٹو دیکھ کر آرتی نے پُوچھا

آرتی : یہ کب لی......؟

جے.کے. نے فوٹو کو قریب سے دیکھا

جے.کے. : یہ پچھلے سال...... یہاں سے کچھ دور پر ایک بارہ دری ہے وہیں پر لی تھی۔ کافی فیوریٹ جگہ تھی منّو کی......

آرتی : اچھی جگہ ہے......؟

جے.کے. : بہت اچھی، کبھی چلو تو دکھاؤں......

آرتی : میں کب چل سکوں گی......

جے.کے. : دن میں نہیں چل سکتیں تو رات کو چلو......

آرتی : کب......؟

جے.کے. : آج ہی چلو کھانے کے بعد......

آرتی : لے جاؤ گے—؟

جے.کے. : ہاں—

آرتی : پرومس؟

جے.کے. نے ہاتھ بڑھا کر پرومس کیا

جے.کے. : پرومس......!

47

رات کے وقت — چاندنی چاروں طرف سفید

چادر کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ دور ایک پرانا

کھنڈر نظر آرہا تھا۔ جے.کے. اور آرتی ٹہلتے ہُوئے عمارت کے قریب آرہے تھے۔

آرتی : برسوں بعد گھومنے نکلی ہوں...... ایسا لگتا ہے......

جے.کے. : کیا......؟

آرتی : کسی اور صدی کی بات تھی—

جے.کے. : ہوُں شاید ان دنوں کی بات ہوگی...... جب یہ عمارت ابھی اُجڑی نہیں تھی—

آرتی : ہاں...... پچھلے کسی جنم کی ہی بات لگتی ہے۔

جے.کے. : ایک کام کریں......

ایک پل رُک کے جے.کے نے مشورہ کیا۔

جے.کے. : جب تک تم یہاں ہو...... روز گھر پر کھانے کے لیے آیا ہی کروگی...... کھانے کے بعد گھومنے نکل آیا کریں گے...... کم سے کم، یہ عمارت...... کچھ دنوں کے لیے تو بس جائے گی۔

آرتی ٹھنڈ محسوس کر رہی تھی جے.کے.نے پوچھا۔

جے.کے. : تمھاری شال کہاں ہے......؟

آرتی : بھول گئی......۔

جے.کے. نے اپنا کوٹ اتار کر اوڑھا دیا۔

آرتی : اُوہ...... نو...... نو......

جے.کے. : تم نہیں بدلو گی...... لو......

آرتی نے نظر بھر کے دیکھا جے.کے کی طرف !

تیرے بنا زندگی سے کوئی شکوہ تو نہیں،

تیرے بنا زندگی بھی لیکن، زندگی تو نہیں

جے.کے. : سنو آرتی......

......یہ جو پھولوں کی بیلیں نظر آتی ہیں۔ دراصل یہ بیلیں نہیں ہیں، عربی میں آیتیں لکھی ہیں...... انھیں دن کے وقت دیکھنا چاہیے...... بالکل صاف نظر آتی ہیں...... دن کے وقت یہ حوض پانی سے بھرا رہتا ہے......اور دن کے وقت جب یہ فوارے......

آرتی بیچ میں بول پڑی

آرتی دیوی : کیا کہہ رہے ہو...... کہاں میں آپاؤں گی دن میں۔

کچھ سوچ کر جے.کے. نے کہا

جے.کے. : یہ جو چاند ہے نا...... اسے رات میں دیکھنا...... یہ دن میں نہیں نکلتا......

دونوں ہنس پڑے......

آرتی : یہ تو روز نکلتا ہوگا......

کچھ سوچ کر جے.کے. نے کہا

جے.کے. : ہاں— لیکن بیچ میں اماوس آجاتی ہے...... ویسے تو اماوس پندرہ دن کی ہوتی ہے۔ لیکن اس بار بہت لمبی ہوگئی۔

یہ کہتے کہتے جے.کے. کی آنکھیں بھر آئیں

آرتی : نو برس لمبی نا......؟

آرتی دیوی کی بھی آنکھیں نم ہوگئیں

48

ہوٹل کے گارڈن میں پارٹی چل رہی تھی......

للّو لال اور آرتی دیوی آپس میں بات کر رہے تھے

للّو لال : اُس شیر خان کو دیکھیے، وہ اپنے چھ ہزار مسلمانوں کو روتا رہے گا۔ اس کے علاقے میں بھی چندرسین کی دھاک جم گئی ہے۔

آرتی دیوی : اگر اگروال کو نہ کھڑا کیا گیا تو—؟ تو چندرسین کا ٹوٹنا بڑا مشکل ہو گا۔

للّو لال : وہ بھیّے— دیوی جی میں جانتا ہوں...... اور کوشش بھی کر رہا ہوں...... دیر صرف اس لیے ہو رہی ہے کہ چندرسین اچھی طرح جانتا ہے کہ اگروال مانے گا نہیں......

آرتی : کوئی ضروری نہیں...... اسے صرف چابی دینے کی ضرورت ہے۔ پیپر میں اس کی فوٹو چھپ جائے، تو وہ کچھ بھی کر لے گا۔

للّو : ٹھیک ہے...... میں کل ہی ملتا ہوں......

آرتی دیوی : للّو لال کی چابی ہو اور للّو نہ گھومے؟ یہ کیا ہوسکتا ہے......؟

یہ سُن کر للّو لال کی چابی گھُوم گئی

للّو لال : بھیّے...... دیوی جی، جب تک آپ کا ہاتھ میرے سر پر ہے، للّو لال،للّو لال ہے۔ جس دن یہ اٹھ گیا، تو لٹو لال ہو جائے گا۔

دونوں ہنس پڑے

آرتی : کل آپ خود ملیے...... اگروال سے۔

للّو : اچھی بات ہے......

49

للّو لال، اگروال کے سامنے بیٹھا تھا۔ ان کی
دوائی کی شیشی ان کے سامنے پڑی تھی

للّو : اب آپ ہی بتائیے نہ اگروال صاحب، اگر میں الیکشن میں کھڑا ہو جاؤں تو، میرے بال بچے کے ووٹ دیں گے۔؟ مجھے ہی دیں گے نا؟

اگروال : ہوں......

للّو : اور آپ تو مزدوروں کے مائی باپ ہیں۔

اگروال : ہوں......

للّو : ان کو تو یہ سوچنا ہی نہیں پڑے گا کہ چندرسین کون اور آرتی دیوی کون؟ یہ ووٹ تو آپ کی جیب میں ہیں۔

اگروال : سو تو ہے۔

للّو لال : دوسری جیب میں بزنس کلاس پڑی ہے۔!

اگروال : وہ تو ہماری برادری والے ہوئے۔

للّو لال : اگروال صاحب یہ تو سیدھی بات ہے، سارا بیلینس آپ پر

ہے..... جس طرف آپ جائیں گے، وہی طرف جیتے گی۔ تو پھر آپ ہی کیوں نہیں، کھڑے ہو جاتے.....؟

اگروال : وہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں—

للّو لال : اُوں..... ہوں!..... سوچنے کا کام آپ کرو ہی نہیں..... وہ سب ہم پر چھوڑ دو......

للّو لال نے اپنی دوائی کی شیشی سے ایک خوراک دوائی پی لی ..... اس شیشی میں للّو لال رم بھر کے رکھتے تھے

اگروال : یہ آپ کون سی دوائی پیتے ہیں—؟

للّو لال : گردے کی، اگر نہ پیوں تو گردے کام نہیں کرتے۔ ہاں تو میں آپ کو یہ کہہ رہا تھا— کہ چندرسین کو آپ ووٹ بھی دے رہے ہیں..... اور پیسہ بھی، ٹھیک ہے نا......

اگروال : ٹھیک ہے.....

للّو لال : کوئی لاکھ ڈیڑھ لاکھ تو لگ ہی گیا ہوگا......

اگروال : نہیں صاحب..... اس سے کہیں زیادہ خرچ ہو چکا ہے

للّو : بھیّے..... اگر وہ جیت گیا تو..... دس کے بیس بن جائیں گے......

اگروال : ٹھیک ہے......

للّو : اور اگر نہ جیتا تو......؟

اگروال : تو......؟

للّو : ارے بھیّے آپ ہیں بزنس مین، آپ کو اُس کی ہار جیت سے کیا لینا ہے۔ آپ کا تو پیسہ نہیں ڈوبنا چاہیے بس۔

اگروال : وہ تو ہے—

للّو لال : اور اگر یہی پیسہ آپ اپنے آپ پر لگائیں تو؟ نہ کھونے کا ڈر اور نہ پانے کی فکر، اگروال صاحب...... آپ کو تو، گھاٹے کا چانس ہی نہیں۔

اگروال : بات تو تم نے پتے کی بتائی—

للّو : تو پھر کیا بھیّے...... میں تو کہتا ہوں کھڑے ہو جاؤ !!

اتنا سن کر اگروال اپنی کرسی سے کھڑا ہوگیا— وہ بھی ایک امیدوار بن گیا

50

چندرسین اپنی پارٹی کے آفس میں غصے سے ٹہل رہا تھا۔

چندرسین : ایڈیٹ...... پاگل ہے...... دماغ خراب ہو گیا ہے اُس کا،...... لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا، یہ الٹی رائے دی کس نے......؟

چودھری : یہ وہی ہوگا۔ للّو...... یہ شیشی کا نشان اُسی کا ہے۔

چندرسین : وہ ایسا کیوں کرے گا بھلا...... وہ لوگ اگروال کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کر سکتے ہیں، اسے اپنے خلاف کھڑا نہیں کروائیں گے......

چودھری : اگروال اگر کھڑا ہوگا...... تو مزدوروں کی ووٹوں کا کیا ہوگا......؟

چندرسین : ہوگا کیا...... ہمارے ووٹ اسے ہی ملیں گے...... اسی کی مِلز ہیں، اسی کے مزدور......

تبھی پاس کھڑے بینی لال نے کہا

بنی لال : لیکن وہاں تو بہت بڑی اسٹرائک چل رہی ہے کل سے—!

چندرسین : اسٹرائک کیوں......؟

بنی : اُن کی کچھ مانگیں ہیں—

سوچ کر چندرسین کہتا ہے

چندرسین : اچھا...... اگر اُس کے مزدور، اس سے ٹوٹ جائیں، تو اگروال کی طاقت ہی کیا ہے...... اوتار......

اوتار : جی......

چندرسین : مزدوروں کو بھڑکائے رکھو...... اور کسی طرح کا سمجھوتا مت ہونے دو......

51

اگروال کی فیکٹری کے باہر مزدوروں کی بھیڑ اکٹھا تھی۔ لوگ لال لال جھنڈے لیے کھڑے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔

پبلک : ہماری مانگیں پوری کرو......

ہماری مانگیں پوری کرو......

اگروال مردہ باد...... اگروال مردہ باد......

للّو لال دور کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے اور پھر مُسکراتے ہُوے اپنی جیپ پر بیٹھ کر چلے گئے۔

52

آرتی دیوی گروسرن کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکلیں تو اُن کا زکام زوروں پر تھا۔ وہ اپنی کار کے پاس آئیں۔ گروسرن نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ تبھی دور سے للّو لال جیپ پر آکر رُکے

للّو لال : سب ٹھیک ہے...... پہلے مہیلا منڈل کی سبھا میں چلیں گے......

گروسرن : وہ اگروال ملز کی ہڑتال کا کیا حال ہے......؟

للّو لال : بہت زوروں میں چل رہی ہے......

آرتی : کوئی کمپرومائز کے چانس تو نہیں ہیں—؟

گروسرن : سمجھوتہ ہوگیا تو، ہم لوگوں کو بہت بڑا نقصان ہوگا......

للّو : وہ اب چندرسین نہیں ہونے دے گا...... بے فکر رہیے چلیے......

آرتی جانے ہی لگی کہ جے.کے. ایک مفلر اور ایک شیشی میں زکام کی دوائی لے کر آگئے اور

آرتی دیوی کو دے دی۔ گروسرن اور للّو یہ دیکھ
کر دنگ رہ گئے۔ اس رشتے کو سمجھ نہیں پائے۔

جے.کے. : آرتی...... سنو...... یہ لو...... اور یہ دوائی دن میں دو تین بار لینا۔
زکام کچھ زیادہ ہی ہوگیا......

للّو لال دیکھتا رہ گیا۔ جے.کے.نے للّو لال کو
دیکھتے ہوئے کہا۔

جے.کے. : کل رات میں نوٹس کیا، ان کو زکام ہوا ہے۔ یہ رکھ لیجیے

آرتی دیوی اپنی کار میں گروسرن کے ساتھ
بیٹھیں اور چلی گئیں جے.کے. اپنے آفس کی طرف
چلا گیا۔ للّو لال اپنی جیپ کے پاس آئے اور
ڈرائیور سے کہا۔

للّو لال : بھیّے۔ تو بھی وہی دیکھ رہا ہے، جو میں دیکھ رہا ہوں......

ڈرائیور : کیا صاحب......؟

للّو : موسم کے رنگ ڈھنگ کچھ ٹھیک نظر نہیں آرہے ہیں۔

ڈرائیور : بارش ہوگی کیا......؟

للّو : ارے بارش نہیں، آندھی آئے گی۔ آندھی! مخالف پارٹی کو اگر پتا
چل گیا...... یا شک بھی پڑگیا، تو مٹی خراب کر دیں گے وہ
لوگ......

53

ایک آدمی جس کے کندھے پر کیمرہ لٹکا ہوا تھا، وہ چندرسین کے پارٹی آفس میں آیا۔ سیدھا چندرسین سے ملا۔اور کچھ فوٹوگراف آرتی دیوی اور جے.کے. کے اُس کے سامنے رکھ دیئے وہ دونوں جو رات میں ملتے تھے بارہ دری میں چندرسین فوٹو دیکھ کر اُچھل پڑا۔

اور اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

چندرسین : یہ بڑا کام کیا—

فوٹوگرافر : میں نے تو آپ سے کہا تھا۔ اس دن، ان کو منیجر کے گھر پر دیکھا تھا...... اور کل رات دونوں بارہ دری میں بھی گھوم رہے تھے۔

چندرسین : تمھارے کہنے پر لوگ یقین کرتے نہ کرتے، لیکن ان تصویروں سے کیسے انکار کریں گے؟— انھیں تو ماننا ہی پڑے گا—

چندر سین خوشی سے اوتار کے پاس گیا جو اخبار کا کام دیکھتا تھا......

چندرسین : یہ لو اوتار، ''زمانہ'' کے لیے بہت اچھا میٹر مل گیا ہے، مہورت کرو، اپنے پیپر کا۔ اگروال اُدھر سے مارا جائے گا ہڑتال میں، اور یہ عورت اِدھر ہوٹل میں......

54

آرتی دیوی کے پارٹی آفس میں ''زمانہ'' پیپر بکھرے پڑے تھے۔ جس کے فرنٹ پیج پر آرتی دیوی اور جے۔کے۔ کی فوٹو چھپی تھی۔ للّو لال بیٹھے پیپر دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

للّو لال : بیڑا غرق ہوگیا؟— یہ کیا کر دیا اس عورت نے......؟

آدمی : یہ سب چندرسین کی شرارت ہے۔

للّو لال : ارے شرارت کاہے کی بھیّے، وہ جھوٹا ہوسکتا ہے مگر یہ تصویر جھوٹی نہیں ہوسکتی...... یہ کھڑی نہیں ہو سکے گی، پبلک کے سامنے !— یہ الیکشن تو گیا ہاتھ سے— میں تجربے کی بنا پر کہتا ہوں۔ اگر بھگوان بھی آکر ان کی مدد کرے نا— تب بھی یہ نہیں جیت سکتی۔تم نہیں جانتے جنتا کو، یہ سالا منیجر ہے کون؟

آدمی : شکل سے بہت بھولا لگتا ہے۔

للّو : بھولی تو یہ بھی لگتی ہیں۔

55

آرتی دیوی خاموشی سے ٹہل رہی ہیں۔ کچھ سوچ بھی رہی تھیں۔ تبھی گروسرن ان کے پاس پہنچا اور کہا۔

گروسرن : کل کی واپسی کی تیاری شروع کر دیں— بہت ضروری کام پڑے ہیں پیچھے—

[کچھ سوچ کر آرتی نے کہا

آرتی : دو ایک دن آگے کر دیجیے— اس طرح، یہ سب چھوڑ کر، نہیں جایا جا سکتا ہے۔

گروسرن : ماڈرن اسکول اور سٹی ہال دونوں میٹنگ کینسل کر دیجیے...... اور میرا خیال ہے، یہ ہوٹل بھی بدل دیجیے—

یہ سن کر آرتی غصے میں بول پڑی

آرتی : چپ کیجیے— بھاگ جانے سے کیا بچ جائیں گے؟ سنا ہے، سارے شہر میں پوسٹر لگوا دیے ہیں اُس نے......

56

ہوٹل کی دیواروں پر بڑے بڑے پوسٹر لگے تھے۔ آرتی دیوی اور جے.کے. کے. جے.کے. یہ پوسٹر صاف کروا رہا تھا۔

جے.کے. : صاف کرو...... ارے ایسے نہیں۔ پانی سے۔ کچھ اور لوگوں کو بلاؤ اور صاف کرواؤ پوسٹر—

تبھی آرتی دیوی اپنی کار سے ہوٹل سے باہر نکلیں۔ ایک اسٹول راستے میں پڑا تھا جسے غصے میں جے.کے. نے ایک طرف پھینک دیا۔

56A

آرتی دیوی عورتوں کی میٹنگ کو سمبودھت کرنے گئیں۔ وہاں کی عورتیں انھیں دیکھتے ہی چلانے لگیں۔

عورتیں : *آرتی دیوی شیم شیم*

آرتی دیوی واپس جاؤ!

آرتی دیوی اپنے آدمیوں کے ساتھ میٹنگ چھوڑ کر واپس چلی گئیں۔

57

شہر میں جہاں بھی آرتی دیوی کے پنڈال لگے تھے۔ جنتا اُن میں آگ لگا نے لگی۔

اور آرتی دیوی مردہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں پبلک آرتی دیوی مردہ باد کے نعرے لگا رہی تھی۔

پبلک : *آرتی دیوی مردہ باد......*

آرتی دیوی مردہ باد

آرتی دیوی مردہ باد......

58

ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا ہوا تھا۔ دوسرے کمرے میں جے.کے. صوفے پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ تبھی بندا نے آکر کہا—

بندا : صاحب آپ تو کھانا کھا لیجیے—

جے.کے. نے آنکھ کھولی اور بغیر بندا کو دیکھے جواب دیا

جے.کے. : مجھے بھوک نہیں ہے...... تم کھا کر سو جاؤ۔ وہ اب نہیں آئے گی— سنو— وہ دوائی لے آنا......

بندا : جی......

بندا وہاں سے چلا گیا

جے.کے. نے گھڑی دیکھی۔ اور ٹیلی فون کیا

جے.کے. : ہیلو امرت......؟

امرت : جی—

جے.کے. : سب ٹھیک ہے نا......؟

امرت : جی ہاں سب ٹھیک ہے

جے.کے. : ارے ہاں دیکھو— وہ اُوپر کھانا گیا—؟

امرت : جی...... وہ ابھی تک آئی نہیں ہیں......

جے.کے. : ابھی تک نہیں آئیں...... اُو.کے. گڈ نائٹ

جے.کے.نے فون رکھ دیا— بندا دوائی اور ایک گلاس پانی لیے کھڑا تھا

بندا : یہ لیجیے—

جے.کے. نے دوائی لی تو بندا نے پُوچھا۔

بندا : میں ایک بار جا کر دیکھ آؤں ہوٹل میں—؟

جے.کے. : کوئی ضرورت نہیں ہے— بھُول جاؤ وہ ہیں بھی یہاں—

بندا گلاس لے کر واپس چلا گیا۔ جے کے بھی اُٹھ کر بیڈ روم میں آیا اور پاس پڑی ایلبم اٹھا کر دیکھنے لگا۔ ایک فوٹو پر اُس کی آنکھیں ٹک گئیں—

59

(فلیش بیک)

آرتی دیوی شیشے کے سامنے بیٹھی اپنے بال بنا رہی تھی—

جے.کے. اس کی فوٹو کھینچ رہا ہے

جے.کے. : اسماعیل بھائی...... اسماعیل بھائی...... اسماعیل

غصے میں آرتی بولی

آرتی : کیا اسماعیل بھائی— اسماعیل بھائی......

جے.کے. : اسماعیل بھائی نہیں...... سمائیل بھائی...... سمائیل......

آرتی جھوٹ موٹ مُسکرادی
جے.کے.نے فوٹو کلک کی اور کیمرہ لے کر
آرتی کے پاس پہنچا

جے.کے. : اس کو کہتے ہیں، آرٹ آف فوٹوگرافی، فورگراؤنڈ میں بھی تم اور بیک گراؤنڈ میں بھی تم!—

آرتی : واہ—

اتنا کہہ کر آرتی الماری کے پاس گئی، اور
سفید ساڑی لال رنگ کے بارڈر والی نکالی۔
جے.کے. یہ دیکھ کر بول پڑا۔

جے.کے. : کھادی کی ساری ! کہاں جانے کی تیاری ہے؟ پھر کوئی میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے؟ ڈیڈی کے ساتھ—؟

آرتی : آج پتا جی کے ساتھ جانا ہے باہر—

جے.کے. : اور اُس کو کون دیکھے گا ؟ تمھاری لڑکی کو—؟

آرتی : باپ دیکھے گا—!

جے.کے. : اور کام پر کون جائے گا—؟

آرتی : میں جا رہی ہوں نا...... آج تم چھٹی لے لو—

جے.کے. : دیکھو میم صاحب...... آرام سے گھر پر رہو۔

جے.کے. آرتی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا

جے.کے. : اور اپنے گھر کو دیکھو— یہ روز کا تماشہ نہیں چلے گا— کل میں جب گھر لوٹا، پڑوسن بچی کو دیکھ رہی تھی پرسوں بندا کاکا پریشان ہو رہے تھے—

جے.کے نے اس کے ہاتھ سے ساڑی لے لی۔

جے.کے. : لاؤ یہ ساڑی—

آرتی چپ چاپ سنتی رہی۔

جے.کے. : آرام اور چین سے پہلے بھی سمجھا چکا ہوں...... مجھے یہ بالکل پسند نہیں۔

60

آرتی دیوی کے پتا اپنی بیٹی کو سمجھا رہے تھے۔

بوس : تو کیا پسند ہے اسے...... کیا بنانا چاہتا ہے تمھیں...... اس وقت اتنا سمجھایا، کہ ابھی شادی مت کرو— یہ شادی کا وقت نہیں ہے تمھارے لیے، محنت کا وقت ہے، پہلے کچھ بن کر بتاؤ— لیکن اس وقت اس کے لیے پاگل ہو رہی تھی—

بوس : My God what a worst of talent- پڑھوایا بیرسٹر بنوایا۔ پڑھ کر سب پانی میں ڈال دیا— کتنا برائٹ فیوچر تھا تمھارے سامنے، سب چوپٹ کر دیا، ہوٹل کے ایک بیرے کے لیے—

61

آرتی دیوی گھر میں بیٹھی سوئٹر بن رہی تھیں اور ساتھ ساتھ جے.کے. کے ساتھ بات بھی کرتی جا رہی تھیں۔

آرتی : یہ ہوٹل، چھوڑ کیوں نہیں دیتے تم—!

یہ سن کر جے.کے. نے دھیان سے آرتی کی طرف دیکھا۔

آرتی : اور کچھ کیوں نہیں کر لیتے......

جے.کے. : مثلاً...... کیا کر لوں......؟

آرتی : کچھ بھی...... ڈیڈی کسی بھی لائن میں لگا سکتے ہیں، کوئی اپنا بزنس بھی کر سکتے ہو......

جے.کے. اپنی ٹائی ٹھیک کرتے ہوئے آرتی کے قریب آیا

جے.کے. : ایک بات پوچھوں...... یہ آئیڈیا کس کا ہے، تمھارا یا تمھارے ڈیڈی کا—؟

آرتی : ڈیڈی...... ڈیڈی کیوں کہیں گے اس میں—

جے.کے. : پھر تمھیں کیا تکلیف ہے—؟

آرتی : تکلیف کیا ہوگی...... تمھاری ترقی کی بات کر رہی ہوں نا...... کچھ برا تو نہیں کہا، وُمَن کونسل میں جتنی عورتیں ہیں— سب بڑے بڑے افسروں کی بیویاں ہیں۔ایک میں ہی ہوں......

جے.کے. بات کاٹ کر بول پڑتا ہے

جے.کے. : جو ایک ہوٹل والے کی بیوی کہلاتی ہو...... یہی نا؟

آرتی : اور کیا......

جے.کے. : اس سے تمھاری عزت کم ہو جاتی ہے؟

آرتی : بڑھنے کی وجہ بھی تو نہیں—

یہ کہہ کر آرتی وہاں سے جانے لگی

جے.کے. : [غصے سے]سنو...... کس کی بیوی تم کہلانا پسند کروگی؟...... تم کس کی بیوی ہو؟...... میری یا میرے پروفیشن کی؟—

آرتی جانے لگتی ہے روک کر

جے.کے. : سنو آرتی...... میں جانتا ہوں، تم ایک نیتا کی بیٹی ہو— اور خود بھی نیتا بننے کی تمنا رکھتی تھیں۔ لیکن میں ایک سیدھا سادہ آدمی ہوں...... اور ہمیشہ رہنا چاہوں گا۔ یہ سب باتیں میں نے شادی سے پہلے اچھی طرح سمجھائی تھیں۔ سمجھائی تھیں نا؟...... اب اگر تمھیں میری بیوی کہلانے میں— کوئی شرمندگی محسوس ہوتی ہے یا اپنا آپ چھوٹا لگتا ہے، تو تم جب چاہو اپنے بہت بڑے باپ کے گھر جا سکتی ہو!

یہ سن کر آرتی چونک گئی

جے.کے. : صرف ایک بات! جاتے وقت تماشہ مت کرنا۔ مجھ سے کہہ دینا، میں تمھیں روکوں گا نہیں!—

یہ کہہ کر جے.کے. نے اپنا کوٹ اٹھایا اور تیزی سے نکل گیا. آرتی کھڑی سوچتی رہ گئی یہ کیا ہو

گیا— بندا کاکا نے بھی سب سن لیا۔

بندا : صاحب پھر ناشتہ کیے بغیر چلے گئے—؟

آرتی : تو میں کیا کروں؟— اُن کا ناشتہ لے کر بھاگوں پیچھے پیچھے۔

بندا : نہیں بیٹا یہ روز روز اچھی بات نہیں ہے۔

آرتی : [روکر]تو تم کھلا دو جا کر—

بندا : دیکھو بیٹا، پتی کی اِچھا ہی میں تمھاری اِچھا ہونی چاہیے —

آرتی : کیوں ؟ پتی ہے نا۔ کوئی باس، تو نہیں ؟ کوئی نوکر تو نہیں ہوں ان کے گھر میں کہ ان کی مرضی سے نہیں چلوں گی تو نکال دیں گے مجھے۔ تمھاری جگہ ہوتی تو یہ شاید ڈر ہوتا مجھے—!

بندا کو یہ سُن کر تکلیف ہوئی

بندا : نوکر تو میں بھی نہیں ہوں بیٹا— میں نوکری کرنے نہیں آیا یہاں، تمھیں پال پوس کر بڑا کیا تھا، اس لیے تمھارے پتا کا گھر چھوڑ کر تمھارے ساتھ چلا آیا۔

اتنا کہتے کہتے بندا کا گلا بھر آیا اور وہ ناشتے کی ٹرے لے کر آیا تھا اور پھر سے کچن کی طرف چلا گیا

بندا : تم مجھے نہیں نکال سکتیں اس گھر سے— یہ گھر میری مرضی سے نہیں چلتا، لیکن یہ گھر میرا ہی ہے...... اچھا نہیں لگے گا تو چلا جاؤں گا—!

آرتی بندا کے قریب آئی

آرتی : کاکا .....

بندا کاکا اپنے آنسو پونچھتے ہُوئے دُوسری طرف چلے گئے۔

62

رات کے وقت، جے.کے. گھر میں آیا۔ چاروں طرف ایک عجیب سا سناٹا تھا۔ آرتی بستر پر بیٹھی کچھ کام کر رہی تھی۔ جے.کے.نے دیکھا۔ اور کرسی کھینچ کر اُس کے پاس جا بیٹھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک اخبار تھا۔

جے.کے. : سنو...... ادھر آؤ—

آرتی : تھوڑی دیر میں آتی ہوں......

جے.کے. : مجھے ضروری بات کرنی ہے...... ادھر آؤ......

آرتی نے کہا

آرتی : تم بھی تو آ سکتے ہو!

یہ سن کر جے.کے. غصے سے آرتی کے پاس پہنچا

جے.کے. : میرا شوہر بننے کی کوشش مت کرو...... سمجھیں!

جے.کے. نے ہاتھ کا اخبار دکھاتے ہُوئے پُوچھا

جے.کے. : یہ کیا ہے......؟

آرتی : کیا—؟

جے.کے. : انگریزی پڑھ لیتی ہو نا...... میرا نام کیسے آیا اس کمیٹی میں......؟

آرتی : مجھے کیا پتا......؟

جے.کے. : تمھیں نہیں پتا—؟

آرتی : پتا جی نے دیا ہوگا—

جے.کے. : دیا ہوگا ؟ تمھیں نہیں پتا ؟

آرتی : پتا تھا— !

جے.کے. : پھر کہا کیوں نہیں مجھ سے؟— بتایا کیوں نہیں مجھے؟

آرتی : آنریری پریزیڈنٹ تو بنایا ہے، کوئی گالی تو نہیں دی......

جے.کے. : بند کرو اپنی بکواس— کس سے پوچھ کر میرا نام دیا گیا تھا ؟
You..... I hate your bloody politics مجھے تمھارے خوامخواہ
کے تمغوں کی ضرورت نہیں...... میں جو ہوں، جتنا ہوں، اسی میں
خوش ہوں......

آرتی : تم خوش ہوگے اپنے آپ میں،...... اس چھوٹے سے کنویں میں،
میرا تو دم گھٹتا ہے۔!

اتنا سنتے ہی جے.کے. کے تن بدن میں آگ
لگ گئی۔

جے.کے. : کیا کہا تم نے...... تمھارا دم گھٹتا ہے یہاں، اس کنویں میں؟......
پھر کیوں پڑی ہو یہاں؟ جاؤ یہاں سے.........!

آرتی : کب کی چلی گئی ہوتی،...... اگر ڈیڈی کی بدنامی کا ڈر نا ہوتا......

جے.کے. : تم اس گھر میں، اپنے ڈیڈی کی عزت کی وجہ سے پڑی ہوئی ہو ؟...... اس گھر کی عزت کے لیے نہیں ؟ میرے لیے نہیں ہو تم، اس گھر میں......؟

آرتی چپ چاپ سے بستر پر بیٹھ گئی

جے.کے. نے کہا۔

جے.کے. : ٹھیک ہے، اگر تم نہیں جاسکتی ہو اس گھر سے، بدنامی کا ڈر ہے...... تو میں چلا جاتا ہوں...... پھر تمھیں پوری آزادی ہوگی...... میں......

تمھارے راستے پر نہیں پڑوں گا!...... اور نہ تمھارا سایہ پڑنے دوں گا اپنے راستے پر— اپنی بچی پر—!!

بندا کاکا چائے لے کر آ رہے تھے ان کے کمرے میں، ان کی باتیں سن کر، وہیں دروازے پر کھڑے رہ گئے

جے.کے. : میں کہاں ہوں، کدھر گیا ہوں، اس کی خبر نہیں لگنے دوں گا...... خواہ مخواہ تمھیں پچھتانا پڑے۔

غصے سے جے.کے. کمرے سے باہر نکل گیا۔

63

جے.کے. جس ہوٹل میں اسسٹنٹ منیجر کی
پوسٹ میں کام کرتا تھا، اس کے منیجر سے ملا—
منیجر نے سمجھایا.

منیجر : کیا بات ہے جے.کے...... کیا تکلیف ہے، کیوں— ریزائن کرنا چاہتے ہو—؟

جے.کے. : جی کچھ نہیں— دل بھر گیا یہاں سے......!

منیجر اٹھ کر جے.کے. کے قریب آیا.

منیجر : دیکھو...... بیوقوفی مت کرو...... آج اسسٹنٹ ہو، دو چار سال بعد منیجر بن جاؤگے، اگر آج چھوڑ کر چلے گئے تو، کہیں تمھارا کچھ نہیں بنے گا......

جے.کے. نے کچھ جواب نہیں دیا.

منیجر : کیا بات ہے— کہیں تمھارا وائف سے جھگڑا تو نہیں ہوا......؟

جے.کے. نے تھوڑی دیر کچھ سوچ کر جواب دیا.

جے.کے. : جی......

64

گھر میں آرتی، جے.کے. کے نام چٹھی لکھ
رہی تھی.

آرتی : آج رات...... میں گھر نہیں لوٹوں گی...... شاید کبھی نہ لوٹوں...... فیصلہ تم پر ہے— تم نے کہا تھا مجھ سے، تماشہ مت کرنا، میں کچھ بھی نہیں کر رہی، لیکن دل کی بات صاف صاف کہہ رہی ہوں...... اگر ہم ایک دوسرے کی ترقی کی وجہ نہیں بن سکتے......

65

آرتی کا لکھا ہوا خط آدھا جے.کے. پڑھ رہا تھا

جے.کے. : ...... تو ایک دوسرے کی بربادی کا کارن بھی کیوں بنیں؟...... تمھیں یہ سن کر اچھا نہیں لگے گا، لیکن میں خود بتا دینا چاہتی ہوں...... اس سے پہلے کہ، کل صبح تم یہ اخبار میں پڑھو— اس بار میں میونسپل الیکشن میں کھڑی ہو رہی ہوں...... کل مجھے وہ پیپر بھی داخل کرنا ہوں گے، جن پر تمھارے دستخط ہوتے تو اچھا تھا...... ورنہ مجھے لکھنا پڑے گا...... کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...... علیحدہ ہو چکے ہیں...... میں گھر لوٹوں یا نہ لوٹوں...... فیصلہ تم پر ہے......

آرتی

رات کے وقت بستر پر ادھ لیٹے ہوئے جے.کے.
نے آرتی کا خط پڑھا۔ خط پڑھ لینے کے بعد وہیں
پاس میں رکھ دیا...... اور لائٹ آف کردی

66

ہوٹل کے کمرے میں، للّو لال کے ساتھ آرتی
دیوی بیٹھی، بات کر رہی تھیں

آرتی : اگروال اگر ہمارے حق میں بیٹھ جائے تو، اب بھی بات بن سکتی ہے۔

للّو لال : مجھے تو کوئی امید نہیں...... اور اب وہ بیٹھے گا بھی کیوں؟ اور وہ بھی آپ کے حق میں......

آرتی : کیوں بیٹھے گا، وہ مجھ پر چھوڑو......تم صرف ایک بار، بس اُسے یہاں لے آؤ......

للّو لال : آپ سے ملانے......؟

آرتی نے ہاں میں سر ہلایا

آرتی : ہوں......کل رات میں مزدوروں کے لیڈر سے ملی تھی۔۔۔ دیکھو اگروال بزنس مین ہے، وہ کوئی بھی نقصان سہہ سکتا ہے لیکن پیسے کا نقصان نہیں سہہ سکتا۔ اگر میں اس کا مزدوروں کے ساتھ سمجھوتہ کرا دوں......تو وہ میرے ساتھ سمجھوتہ کر لے گا۔۔۔

حیرت سے

للّو لال : بات تو بہت پتے کی سوجھی ہے آپ کو...... یقین سے تو نہیں کہہ سکتا ......لیکن، ایک بار ملاقات کرانے کی کوشش ضرور کروں گا۔!

67

دوا کی شیشی کا بہت بڑا کٹ آؤٹ لگا ہوا تھا
ایک اسٹیج پر۔ اگروال کچھ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا
تھا۔ ایک سپیکر اگروال کے بارے میں بول رہا تھا

سپیکر: بھائیو...... شری اگروال کا نام کوئی نیا نہیں ہے آپ کے لیے—
ایسا کون سا شہری ہے جو شری اگروال کو نہیں جانتا۔ وہ آج تک
ہر اس امیدوار کی مدد کرتے رہے ہیں انھوں نے اپنے شہریوں
کے لیے مفید اور کامیاب سمجھا...... لیکن آج...... آج جب ان
تمام امیدواروں سے ان کا بھروسا اُٹھ گیا ہے، ان کی خودغرضیاں
ان کے سامنے آگئی ہیں تو انھیں خود الیکشن میں کھڑا ہوکر اپنے
شہریوں کی ذمہ داری سنبھالنی پڑی— ان امیدواروں کے چہرے
آپ سے چھپے نہیں ہیں، جو اس شہر میں...... آکر عشق لڑانے میں
مصروف ہو گئے ہیں......

للّو لال دور کھڑا بھیڑ میں اسپیچ سن رہا تھا

سپیکر: یا ہڑتال کا سہارا لے کر، دیش کی پرگتی کو روکنے کی کوشش کر رہے
ہیں۔ میں صرف ورودھی امیدواروں سے نہیں، آپ سے بھی یہی
سوال کرتا ہوں......

بھیڑ میں کھڑے للّو لال نے اپنی جیب سے ایک
انڈا نکالا، اس پر دس روپے کا نوٹ لگایا، اور پاس
کھڑے آدمی سے کہا......

للّو لال : اے بھیّے — انڈا ہے تمھارے پاس —؟

آدمی : نہیں تو...... میرے پاس تو نہیں ہے —

للّو لال : میرے پاس بہت ہیں، ٹھہر جاؤ۔

للّو لال نے انڈے پر نوٹ لگا کر اُسے دیا اور کہا

للّو : یہ لو —!

آدمی : کیا کروں اس کا —؟

للّو لال : ارے بھیّے — چھلکا اتار کر جیب میں ڈال اور انڈا اوپر جانے دے......

اسی طرح دوسرے آدمی کو للّو لال نے انڈا اور نوٹ دیا ۔اُس آدمی نے بھی نوٹ جیب میں رکھا اور انڈا اسٹیج پر پھینک دیا۔

للّو لال : چھلکا جیب میں ڈال اور انڈا اُوپر میں جانے دے......

جنتا انڈے کے علاوہ پتھر، چپل وغیرہ اسٹیج پر پھینکنے لگی۔

سپیکر : بھائیو...... میری بات سنیے...... بھائیو

لیکن پبلک نے نہیں سُنی...... اور اگروال کو اسٹیج چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا۔

68

اگروال اپنے آفس میں کھڑا ہوا للّو لال سے
بات کر رہا تھا۔ دیواروں پر اُس کے پوسٹر لگے تھے۔

اگروال : تم تو کہہ رہے تھے کہ مزدور ہمارے بال بچے ہیں۔ مگر یہ تو ہمارے باپ نکلے—

للّو لال : آج کل کی اولاد ہے نا...... بڑی چنچل ہوتی ہے...... آج کل کی اولاد......

اگروال : چنچل ہوتی ہے، مگر اب انھیں قابو میں کیسے کیا جائے

للّو لال : آپ ان کی مانگیں مان لیجیے — وہ آپ کے ساتھ آجائیں گے—!

اگروال : کیوں؟...... میرا دیوالہ نکالنا ہے کیا—؟

للّو : تو کوئی اور سمجھوتہ کراؤں ؟

اگروال : کیا—؟

للّو : ایک بار آپ کو آرتی دیوی سے ملنا پڑے گا۔

اگروال : وہ کس لیے—؟

للّو : وہ اس لیے...... کہ مزدور کلاس ہے نا، ان کی بہت سنتی ہے—

اگروال : پاگل ہو گئے ہو کیا— وہ ہماری اپوزیشن پارٹی کی ہے، ہماری مدد کیوں کرے گی—؟

للّو : اجی، راج نیتی میں یہ لین دین تو چلتی رہتی ہے۔

اگروال : اور اگر اس نے ہمیں بیٹھنے کو کہہ دیا تو......؟

للّو : آپ مت بیٹھیے گا...... کھڑے رہیے گا......

اگروال : اچھا...... ایک بات بتاؤ......

للّو : جی......؟

اگروال : یہ مینیجر والی جو بات ہے کیا وہ سچ ہے—؟

للّو : پتا نہیں— مگر بغیر آگ کے دھواں نہیں نکلتا......

اگروال سوچنے لگا

69

جے.کے. اپنے ہوٹل کے ساتھی امرت سے بات کر رہا تھا۔

جے.کے. : ابھی ابھی تار ملا ہے منّو آ رہی ہے۔

امرت : منّو آ رہی ہے؟ کب آ رہی ہے سر—؟

جے.کے. : پرسوں تک پہنچے گی...... ایک کام کرو، تم شملہ اسکول کو کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کرو...... اگر وہ نہیں چلی ہے تو پرنسپل سے کہنا اُسے روک دیں، میں آ رہا ہوں۔ اگر وہ چل دی ہے تو، پتا لگا لو وہ کیسے آ رہی ہے ؟ اور میں اسے کہاں روک سکتا ہوں...... ایسے میں وہ نہ ہی آئے تو اچھا ہے۔ الیکشن سے جو بدنامی ہو رہی ہے اس سے میں خود بھاگنا چاہتا ہوں...... وہ آئے گی تو اور بڑا ہوگا—

امرت : جی میں پتا کر کے بتاتا ہوں......

جے.کے. : فون مل جائے تو مجھے انفارم کرنا، میں آفس میں ہوں......

امرت : لیس سر......؟

جے.کے. : اور ہاں...... یہ ہال کس لیے سجایا ہے، کوئی پارٹی ہے—؟

امرت : جی...... مسٹر اگروال کی پارٹی ہے—

70

اگروال نے ہوٹل میں پارٹی دی تھی۔ کافی لوگ آئے بڑے بڑے نیتا، بیوپاری ورگ کے سبھی لوگ۔ اگروال،للّو لال سے بات کر رہا تھا—

اگروال : لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی کیا بات ہے، وہ تو ہم نے پچھلے الیکشن میں بھی خرچ کر ڈالے تھے—

ویٹر ڈرنکس لے کر آیا اور اگروال صاحب کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اگروال نے ایک گلاس اٹھا کر للّو لال کو پیش کیا۔

اگروال : وہسکی......

للّو : تھینک یو......

اگروال : آپ وہسکی نہیں پیتے؟......

للّو : نہیں میں گردے کی دوا پیتا ہوں......!

تبھی پاس رکھا فون بجا
ہوٹل کے ایک آدمی نے آکر فون اُٹھایا

آدمی : ہیلو......

دوسرا : منیجر صاحب ہیں وہاں......؟

آدمی : صاحب تو نہیں ہیں

دوسرا : شملہ سے فون ہے

آدمی : اچھا بلا دیتا ہوں......

آدمی نے جے.کے. کو بلاکر فون دیا.

جے.کے. : ہیلو پرنسپل صاحب— جی ہاں میں جے.کے. بول رہا ہوں—

پرنسپل : منو یہاں سے نکل چکی ہے !

جے.کے. : کب نکلی ہے وہ وہاں سے—؟

پرنسپل : کل—!

جے.کے. : آئی.بی. آئی.سی. وارڈن کے ساتھ ہے !......

جے.کے. فون لے کر دوسری طرف مڑگیا تو
پاس کھڑے للّو لال اور اگروال نظر آئے اور پیچھے
سے ہوٹل کی سیڑھیوں سے آتی ہوئی آرتی
دیوی نظر آئیں.

جے.کے. : یہ ٹرین الٰہ آباد کتنے بجے پہنچتی ہے۔ ٹھیک ہے، میں خود پتا لگا لیتا ہوں......تھینک یو......

پاس رکھی ٹیلی فون ڈائرکٹری کو کھول کر
جے.کے. ریلوے انکوئری کا نمبر کھوجنے لگے۔
اگروال جو پاس کھڑا تھا آرتی دیوی کو دیکھ
کر بولا

اگروال : للّو لال جی......

للّو : جی......

اگروال : یہ عورت آج بھی نمکین لگتی ہے!—

اگروال کی کہی بات، پاس کھڑے جے.کے. نے
بھی سُنی

اگروال : کافی دم خم ہے......!

آرتی دیوی دور کھڑی اپنے پارٹی کے آدمی
سے بات کر رہی تھیں

اگروال : اس میں بے چارے منیجر کا کیا قصور ہے۔ کسی کا بھی دل آسکتا ہے......

پھر اگروال کی کہی باتیں جے.کے. سنتا ہے۔

للّو لال : دیکھیے یہ آپ کو الیکشن میں بیٹھنے کے لیے کہیں گی میرا خیال ہے......

اگروال : للّو لال جی...... اگر یہ لیٹنے کو تیار ہو جائے، تو ہم بیٹھنے کو تیار ہیں......

اگروال کی یہ بات جے.کے. سے برداشت
نہیں ہُوئی— اگروال کو کھینچ کر اپنی طرف کیا
اور کہا۔

جے.کے.: کیا کہا......؟

اگروال : اوہ! تو آپ ہی ہیں منیجر صاحب...... کافی اچھا مال......

اتنا کہنا ہی تھا کہ جے.کے.نے الٹے ہاتھ کا
جھانپڑ دے مارا اگروال کو— وہ دور جا گرا.
جے.کے. پھر اس کے پاس پہنچا اور گردن سے
پکڑلیا. اگروال نے گالی دی.

اگروال : یو آر باسٹرڈ...... تیری ماں لگتی ہے؟

اتنا سن کر جے.کے. نے پھر ایک گھونسا مارا
اگروال کو— آرتی دیوی کھڑی اس جھگڑے کو
سمجھ نہیں پائی

جے. کے. : میری کیا لگتی ہے، میں جانتا ہوں...... جس دن کوئی پوچھنے والا
پیدا ہوگا...... میں دیکھ لوں گا......

جے.کے.نے اگروال کو کالر سے پکڑے ہوئے
آرتی کے سامنے ہوٹل سے باہر کر دیا

جے.کے. : تم اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ اٹھا کر باہر پھینک
دوں گا......

اگروال : دیکھ لوں گا—!

اگروال چلا گیا...... جے.کے. غصے میں آرتی
سے مخاطب ہوا—

جے.کے. : Listen I am not a bloody politician

جے.کے. : I face things straight in the face کسی مائی کے لال میں ہمت ہے تو مجھ سے آ کر پوچھے کہ تمھارا میرا رشتہ کیا ہے ؟ میں جواب دوں گا۔ تم سے کیا پوچھتے ہیں جس کو خود نہیں معلوم کوئی رشتہ ہے یا نہیں اور اگر ہے بھی تو کیا ہے ؟ یہ اوچھی اور ہلکی حرکتیں تمھاری سیاست میں چلتی ہوں گی۔ میری زندگی میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں، سمجھیں—

للّو لال، گروسرن اور سبھی لوگ سُن رہے تھے۔

آرتی دیویبھی اُسی وقت وہاں سے چلی گئیں۔

71

آرتی دیوی کی پارٹی کے لوگ بیٹھے تھے۔

ایک آدمی اپنی جیپ کا پہیہ بدل رہا تھا۔

ایک : کیا بات کرتے ہیں آپ...... آج سارا شہر جانتا ہے کل تک سارا دیش جان جائے گا......

دوسرا : چھی، چھی، اتنی بڑی نیتا ہو کر عشق کرتی ہیں، وہ بھی ہوٹل کے منیجر کے ساتھ......

ایک : لوگ کیا کیا باتیں کرتے ہیں، معلوم ہے تمھیں؟

دوسری طرف للّو لال اور گروسرن بیٹھے

آپس میں بات کر رہے تھے......

للّو لال : جھک ماری ہے، اس الیکشن میں، آج آخری دن ہے۔ پرسوں پولنگ شروع ہو جائے گی، سب کچھ ڈوب گیا جو کچھ ہاتھ میں تھا، گیا—

[ہوٹل کے اندر سے آرتی دیوی نکلیں پاس، کھڑی کار کو دیکھا اور تیزی سے چلاتی ہوئی نکل گئیں، سامنے سے آتی ہوئی، دوسری کار سے ٹکرانے لگی تھیں، پر بچ گئیں۔ جے.کے.نے دیکھا اورسامنے سے آتے ہوئے گروسرن نے پوچھا.

جے.کے. : یہ آرتی دیوی تھیں—؟

گروسرن : جی ہاں...... سمجھ میں نہیں آتا، کہاں چلی گئیں۔ آپ تو جانتے ہیں، پرانی عادت ہے ان کی...... جب بھی پریشان ہوتی ہیں۔ گاڑی لے کر اکیلے ہی نکل جاتی ہیں۔

جے.کے. : ہاں جانتا ہوں...... اور یہ بھی جانتا ہوں، کوئی نہ کوئی ایکسڈنٹ کر کے ہی لوٹیں گی She has not changed single bit. وہی مزاج، وہی غصہ، جایئے ورنہ آگے کوئی نہ کوئی درگھٹنا کی خبر ملے گی......

سامنے سے للّو لال جی آرہے تھے گروسرن نے ان سے کہا

گروسرن : للّو لال جی...... ذرا جیپ بھیجے پتا لگایئے کہ کہاں چلی گئی ہیں......؟

للّو : بھیّے...... واپس چلی گئی...... یہاں رہ کر کرتی بھی کیا، اب کچھ تماشہ بھی نہیں رہا دیکھنے کے لیے۔ اکیلے چندرسین کھڑا ہے میدان میں، یہ الیکشن تو وہ لے گیا......

پاس کھڑا جے.کے. بھی للّو لال کی باتیں سُن رہا تھا۔

72

ایک بہت بڑے پنڈال میں چندرسین تقریر کر رہے تھے۔

چندرسین : ارے گولی مارئیے چندرسین کو، چندرسین کو کچھ نہیں چاہیے۔...... آپ کا ووٹ بھی نہیں چاہیے، چندرسین کو انصاف چاہیے، فیصلہ چاہیے، اور وہ بھی آپ لوگوں سے......

ہزاروں کی بھیڑ خاموشی سے چندرسین کی چٹپٹی باتیں بڑے دھیان سے سن رہی تھی۔

چندرسین : میں پوچھتا ہوں آپ لوگوں سے— اس ہوٹل کے مینجر کو کس نے شہہ دی ، جس سے اس نے اگروال صاحب پر ہاتھ اٹھایا، کس کے بل بوتے پر اس کی اتنی ہمت ہوئی ؟ جب میں کہتا ہوں ان دونوں میں کوئی ناجائز تعلقات ہیں، تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں ؟ میں غلط کہہ رہا ہوں اسی پنڈال میں، اسی اسٹیج پر سے، میں نے آرتی دیوی سے تین سوال کیے تھے جن کا جواب جنتا کو آج تک

نہیں ملا، وہ شاید بھول گئیں...... وہ شاید جنتا کو بھی بھول گئیں...... لیکن آج جب پبلک میٹنگ کا آخری دن ہے، میں اپنے سوال دہرانا چاہتا ہوں...... تاکہ اگر آرتی دیوی چاہیں تو ان کا جواب دے سکیں۔

یہ سوال میرے نہیں جنتا کے ہیں، جنتا ان سے پوچھ رہی ہے کہ اس ہوٹل کے منیجر کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ کیا وہ رشتہ میاں بیوی کا رشتہ ہے؟ یا وہ منیجر آرتی دیوی کا پریمی ہے یا ایک اچھے ہوٹل منیجر کا فرض پورا کرتے ہوئے، وہ اپنے گراہک کی ہر طرح کی بھوک پیاس کا خیال رکھتا ہے؟

پبلک یہ سن کر شور کرنے لگی

چندرسین : جو لوگ جنتا کے لیڈر بننا چاہتے ہیں، انھیں جنتا کے سامنے اونچا آدرش رکھنا پڑتا ہے، کچھ ایسے کام بھی کرنے پڑتے ہیں کہ جنتا ان کی عزّت کرے، ان کا آدر کرے اور جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے، انھیں جنتا کے سامنے سے نِکل جانا چاہیے، ہٹ جانا چاہیے ان کی زندگی سے!

یہ سن کر بیٹھی جنتا زوروں سے تالیاں بجانے لگی

چندرسین : ہندستان کی پراچین سبھیتا......

اتنا کہتے کہتے چندرسین کی نظر دور سے

اسٹیج کی طرف آتی ہوئی آرتی دیوی پر پڑی۔
چندرسین آرتی دیوی کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اُس
کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

چندرسین : ہندستان کی...... پراچین...... سبھیتا......

آرتی دیوی بھیڑ میں گزرتی ہُوئی اسٹیج پر
جا پہنچیں اور چندرسین کی طرف مخاطب ہو کر
بولیں۔

آرتی : بولیے...... بولیے......

چندر سین گھبرا گیا

آرتی دیوی : ہندستان کی پراچین سبھیتا پر رک کیوں گئے، کچھ کہتے کیوں
نہیں......؟

چندرسین بے چین سا ہو گیا

آرتی دیوی : آپ کی زبان رُک کیوں گئی......

آرتی دیوی مائک کو اپنی طرف کرتے ہوئے
بولیں

آرتی دیوی : میں آپ کی عدالت میں آئی ہوں...... بھائیو اور بہنو معافی مانگنے
نہیں آئی ہوں...... نیائے مانگنے آئی ہوں...... نیائے کیجیے اور جو
بھی کچھ ٹھیک سمجھیے، کڑی سے کڑی سزا دیجیے مجھے۔

آرتی کا گلا بھر آیا یہ کہتے کہتے

آرتی دیوی : آپ کو یہ ہی پوچھنا ہے نہ، مجھ سے کہ آشیانہ ہوٹل کے منیجر،
میرے کیا لگتے ہیں؟ ان کا مجھ سے کیا رشتہ ہے؟ میرے ورودھی

بھائی نے، کافی سخت شبدوں میں مجھ سے کچھ سوال پوچھے ہیں۔ میں اتنا ہی جاننا چاہوں گی کہ یہی سوال کوئی ان کی پتنی سے، ان کے بارے میں پوچھے تو انھیں کیسا لگے گا......

چندرسین حیرت زدہ سُن رہا تھا

آرتی : میری نجی زندگی کے بارے میں جاننے کا، اتنا ہی شوق تھا...... تم مُجھ سے کہتے، میں خود ملا دیتی انھیں اور کہتی ان سے ملو...... یہ میرے پتی ہیں......!

دُور بھیڑ میں کھڑا جے.کے. یہ سب سُن رہا تھا

آرتی : ہاں...... ہاں...... شان سے آپ سے کہتی ہوں...... وہ میرے پتی ہیں اور اپنے پتی کے ساتھ ملنا، اگر گناہ ہے، تو میں نے گناہ کیا...... جس سے پر میرے پریوار کا حق تھا، میرے پتی، میری بچی کا حق تھا...... وہ اُن سے چھین کر میں نے آپ کو بانٹ دیا...... میں آپ سے پوچھتی ہوں، کون سی عورت ہے جو برسوں بعد اپنے پتی کو دیکھے اور اس سے ملنا نہ چاہے اور اسے بتانا نہ چاہے کہ وہ زندگی جو اُسے ساتھ ساتھ گزارنی تھی...... وہ الگ الگ کیسے گزر رہی ہے۔

میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے بنتی کرتی ہوں...... مجھے ووٹ مت دیجیے...... مجھے نہیں رہنا ہے اس سیاست میں۔ میں گھر واپس جانا چاہتی ہوں...... میں اپنے پتی، اپنی بچّی کے پاس واپس جا رہی ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے آپ سے، دے سکیں تو

اشیرواد دیجیے اور اگر آپ بھی دوشی سمجھیں تو سزا دیجیے۔

لوگ یہ سن کر ششدر رہ گئے۔ جے.کے چلتا ہُوا آرتی دیوی کے قریب آگیا اور سہارا دے کر وہاں سے لے جانے لگا۔

پبلک آرتی دیوی زندہ باد کے نعرے لگانے لگتی ہے۔

پبلک : آرتی دیوی کی جے......

آرتی دیوی کی جے......

جے.کے. اور آرتی دیوی بھیڑ میں سے نکلتے ہوئے چلے گئے۔

73

آرتی دیوی اور جے.کے. کار میں چلے جا رہے تھے جے.کے. کار چلا رہے تھے۔ آرتی دیوی آگے بیٹھی تھیں، جے.کے.نے کار میں ریڈیو آن کیا۔ نیوز آ رہی تھی ریڈیو پر۔

نیوز ریڈر : پراپت سوچناؤں سے پتا چلا ہے شری اگروال شری چندرسین کے حق میں بیٹھ گئے ہیں۔ اس لیے ان کے جیتنے کی سمبھاونائیں بڑھ گئی ہیں شری متی آرتی دیوی......

جیسے ہی یہ نام سُنا، آرتی دیوی نے ریڈیو
بند کر دیا

جے.کے. نے پُوچھا......

جے.کے.: کیوں...... ریڈیو کیوں آف کر دیا......؟

آرتی چپ رہی

جے.کے.: یہ بڑی اچھی بات ہے، تم گھر لوٹ رہی ہو...... لیکن اس لیے مت لوٹو، کہ الیکشن میں تم ہار گئی ہو...... تمھاری ہار میری جیت نہیں ہوسکتی ہے۔ میں تمھیں ہارا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا، نہ گھر میں، نہ باہر، جو بھی کرو، یقین اور وشواس کے ساتھ کرو......

آرتی صرف جے.کے. کو دیکھتی رہی کوئی
جواب نہیں دیا۔

74

گھر میں آرتی دیوی بیٹھی تھیں ریڈیو پر
نیوز آرہی تھیں

نیوز: دوپہر تک کی گنتی کے آدھار پر تینوں امیدواروں کی استھیتی اس پرکار ہے۔شری گل شیر احمد خاں اب تک پراپت کل ووٹ 1203 شری چندرسین 50735 شری متی آرتی دیوی 55940

نیوز ریڈر: اس طرح آرتی دیوی اپنے نکٹتم پرتی وندھی سے 5205 ووٹوں

سے آگے ہیں۔ لیجیے ابھی ابھی پراپت سماچار کے انوسار آرتی دیوی جی اپنے نکٹتم پرتی وندھی سے اب 48020 ووٹوں سے آگے ہیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ ان کی جیت نشچت ہے!

دروازے پر جے.کے. بھی کھڑا، سن رہا تھا......
اس کے بعد وہ آرتی دیوی کے پاس آیا، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر دونوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ یہ جیت ہے کہ ہار ہے ؟ کیا پھر بچھڑنا پڑے گا ایک دوسرے سے؟

75

ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے پنکھے چل رہے تھے جیسے اڑنے کو تیار تھا۔ آرتی دیوی ہاتھ جوڑے اپنی پارٹی کے لوگوں سے ملیں۔ للّو جی کے پاس آئیں، للّو ہاتھ جوڑے ہوئے مسکرا کے بولے۔

للّو لال : زندہ رہا تو اگلے الیکشن میں پھر آپ کی سیوا کروں گا...... نمستے......

آرتی دیوی آگے بڑھیں— جے.کے. کے پاس پہنچیں۔ جے.کے بولے۔

جے.کے .: تمھارا جانا ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں...... جو کام شروع کیا ہے، اسے پورا کرو، میں تمھیں ہمیشہ کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں...... ہمیشہ......

آرتی : کل منّو آ رہی ہے نا...... اور ایک دن رک سکتی تو...... منّو سے مل کر جاتی......

جے.کے. : میں بھیج دوں گا اسے...... ہوسٹل، لوٹنے سے پہلے، کچھ دن تمھارے پاس ہی رہے گی...... تم خود ہی پہنچا دینا......

آرتی دیوی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرگئیں...... اُن کے ہاتھوں کو ماتھے پر لگالیا۔

اس موڑ سے جاتے ہیں
کچھ سست قدم رستے
کچھ تیز قدم راہیں

پتھر کی حویلی کو
شیشے کے گھروندے میں
تنکوں کے نشیمن تک!

اس موڑ سے جاتے ہیں..........

ہیلی کاپٹر آسمان کی طرف اُڑگیا اور جے.کے. دیکھتا رہا ...... دُور تک!

ختم شد

آندھی

پروڈیوسر : جے اوم پرکاش

کیمرہ : کے ۔ ویکنٹھ

آرٹ : اجیت بینرجی

ایڈیٹر : وامن اور گورو

کہانی : کملیشور کے ناول " کالی آندھی" پر مبنی

سکرین پلے ، مکالمے ، اور گیت : گُلزار

موسیقی : آر ۔ ڈی ۔ برمن

ہدایت کار : گُلزار

ستارے : سنجیو کمار ، سُچترا سین ، رحمان، اوم پرکاش

اے کے ہنگل، اوم شیو پُوری